

# الحياة والموت

## فلسفة اقبال

يعنى  
اقبال كالفلسفة حيات وموت

ترجمته الى العربية

محمد حسن الأعظمي

من علماء الأزهر بمصر  
ومدرس باصلاحية الأعداد بالجامعة  
وكيل لجنة المحاضرات بالجامعة

والصباوى على شعلان

من علماء الأزهر بمصر  
وسكرتير رابطته التأليف والترجمة بالهند  
وسكرتير جماعة الأخوة الإسلامية بمصر

الطبعة الأولى ١٣٦٥ هـ - ١٩٤٥ م

حقوق الطبع محفوظة للمؤلف

بيروت الناشر

بزم اقبال حيدرآباد دکن  
الهند

مكتبة دار الفکر

الكتاب ٢٥٠ قش مصري

## ت

۱	الاهلدا	(ربام نوجوانان اسلام)
۲	پیش لفظ	(از نواب حسن یار جنگ بہادر)
۳	تعارف	(از سر شیخ عبدالقادر)
۴	مقدمہ	(از شیخ محمد رزق مصری)
۵	تصدیر الکتاب	(از ڈاکٹر عبدالوہاب غرام مصری)
۶	الکتاب الاول (فی فلسفۃ الحیاۃ والموت)	
۷	النشید الاسلامی	
۸	نشید الاخوانۃ الاسلامیۃ	
۹	الکتاب الثانی فی الاقبالیات	
۱۰	الکتاب الثالث فی بعض قصائد اقبال	
۱۱	ایک خط	
۱۲	اُردو کے متعلق مشاہیر مصر کا فرمان (عربی-اُردو)	
۱۳	فہرست تصانیف	

# الأهـداء

إلى شباب العالم الإسلامي

أعضاء الأخوة الإسلامية بمصر وفروعها في الأقطار الشقيقة

من المؤلف

محمد حسن الأعظمي

من علماء الأزهر، مصر



# انتساب

نوجوانان عالم اسلام  
اراکین انجمن کثرت اسلامیہ کے نام

از مؤلف

محمد حسن الاعظمی

(ازہر نویسنہی مصر)



# پیش لفظ

— از —

نواب حسن یار جنگ بہادر

امیر پاکہ

— و —

صدر مرکز می نبرم اقبال

حیدر آباد وکن

— — —

## پیش لفظ

پروفیسر حسن الاعظمی صاحب نے علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے فلسفہ موت و حیات پر عربی میں جو یہ تصنیف کی ہے اُس کے مقدمہ میں میرے دوست سر عبد القادر صاحب نے اس تصنیف اور اس کے مقاصد کا اچھی طرح تعارف کرایا ہے جس کے بعد اس کی افادیت پر زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ عربی میں بھی شیخ محمد رزق مصری مرحوم نے اس کتاب کا مقدمہ تحریر کر دیا ہے۔ میں اس مختصر پیش لفظ میں صرف اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ اقبال کے کلام و پیام کی نشر و اشاعت میں حیدر آباد (دکن) کس قدر دلچسپی لے رہا ہے اور یہاں اس سلسلہ میں کس قدر اہم کام ہو رہا ہے۔ علامہ اقبال کا فلسفہ حیات و موت جو اُن کے فلسفہ خودی کے بعد اُن کے فلسفہ کی جان ہے، بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ علامہ کے اس بلند فلسفہ اسلامی پر سب سے پہلے ہماری ہی مملکت کے ایک سپوت ڈاکٹر رضی الدین صدیقی پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے نہایت بسیط مضامین لکھے جو طول و عرض ہندوستان میں بجا مقبول ہوئے۔ پروفیسر حسن الاعظمی صاحب کی یہ تصنیف انہی مضامین سے ماخوذ ہے۔ علامہ اقبال کا ہر پیام اس قابل ہے کہ اس کو دنیا کے ہر گوشہ میں اور ہر مسلمان کے کان تک پہنچایا جائے، تاکہ دنیا یہ سمجھ سکے کہ وہ کس غلط



## ترجمة كلمة

صاحب السعادة الثواب حسن يارحبتك بهادر رئيس جمعية اقبال  
 قد ألف هذا الكتاب الأستاذ محمد حسن الأعظمي (من علماء الازهر) في فلسفة الحياة  
 والموت عند فقيد الهند اقبال وقد بين في مقدمته الأردية الصديقي السير الشيخ  
 عبد القادر مقاصد تأليفه وعد فوائده ولم يترك مجالاً لنزيد في ذلك شيئاً. وقد  
 كتب مقدمته العربية الشيخ المغفور له محمد رزق المصري ولا أرى الحاجة الى إعادة  
 الأشياء بل بودي أن أظهر في كلمتي القصيرة هذه أن حاضرة الدكن حيدرآباد اتخذت  
 كثيراً في نشر فلسفة اقبال ورسائله النافعة وهي أسبق بلاد الهند في هذا العمل  
 الجليل. فلسفة الحياة والموت عند اقبال ربح فلسفه بعد فلسفة الذاتية وهي مهمته  
 جداً. واني مسرور وفرح أن أحد أبناء بلادنا وهو الدكتور رضی الدين الصديقي  
 (الأستاذ بالجامعة العثمانية) أول من اشتهر في نشر مقالات جامعة عن هذه  
 الفلسفة الاسلامية العالية التي أحبها الهنود حبا جما. وتأليف الأستاذ الأعظمي  
 هذا خلاصة هذه المقالات وزيدتها ورسالات اقبال كلها تستحق أن تشاع  
 وتشر في جميع الدنيا وسائر أطرافها وتبلغ الى آذان جميع مسلمي العالم  
 ليعرف أهل الدنيا أسباب ضلالهم ويفهم منهم المسلمون رجوة سقوطهم

راستہ پر چل رہی ہے، اور مسلمان یہ جان جائیں کہ وہ اپنی صراطِ مستقیم سے ہٹ چکے کہ کس راہ پر نکل پڑے ہیں۔ ہندوستان و ایران میں علامہ کے کلام کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ علامہ کے سچے اور پر خلوص جذبات کا ثبوت ہے، اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا کر ان میں سیاسی و مذہبی شعور پیدا کرنے کے لئے علامہ کے کلام نے جو کام کیا ہے وہ شاید کسی لیڈر سے قریبوں میں نہ ہوتا۔ ان حقائق کے مد نظر اس کی ضرورت ہے کہ علامہ کا پیام و کلام عربی دنیا میں بھی پہنچ جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پروفیسر حسن الاعظمی صاحب نے علامہ کے فلسفہ حیات و موت پر یہ کتاب تصنیف کر کے ایک نہایت اہم اسلامی خدمت انجام دی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کتاب میں اردو میں بھی اس فلسفہ کو پیش کیا گیا ہے، تاکہ بیک وقت اردو و حضرات بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

پروفیسر حسن الاعظمی غالباً پہلے ہندوستانی ہیں جو ایک مصری یونیورسٹی میں پروفیسری کا عہدہ دیا گیا۔ اور آپ ہی کی کوشش سے زبان اردو کو مصری یونیورسٹی میں بطور ایک علمی زبان کے داخل کیا گیا۔ جس پر شاہ مصر کا ایک طویل فرمان شائع ہو چکا ہے (دیکھئے) آپ کی ایک تصنیف کو مصر کی ہزار سالہ جوبلی کے لئے حکومت مصر نے بھی شائع کیا ہے۔ آپ کا ارادہ فلسفہ اقبال پر اور بھی کتابیں تصنیف کرنے کا ہے، جو نہایت قابل مبارکباد ہے۔ آپ کی اس تصنیف کو مملکت حیدرآباد کی مرکزی بزم اقبال کی

الْعَظِيمِ، وَفَشَلَهُمُ النِّهَايُ قَدْ انْتَشَرَتْ فِلْسَفَةُ اقْبَالٍ وَرِسَالَتُهُ فِي  
 بِحَمِيعِ أَصْحَاءِ الْهِنْدِ وَإِيرَانَ وَذَلِكَ لِخُلُوصِ قَلْبِهِ وَصِدْقِ نِيَّتِهِ وَحُبِّ  
 دِينِهِ - وَالَّذِي عَمِلَ شِعْرَ اقْبَالٍ فِي إِيقَاطِ الْمُسْلِمِينَ عَنْ غَفْلَتِهِمُ الْقَاتِلَةِ  
 وَاشْعَارِهِمُ الشَّعُورَ الدِّينِيَّ وَالسِّيَاسِيَّ مَا اسْتَطَاعَهُ زَعِيمٌ مِنَ الزَّعَمَاءِ  
 فِي قُرُونٍ وَنَظَرَ إِلَى هَذِهِ الْحَقَائِقِ نُوْدُّ أَنْ نَبْلُغَ شِعْرَهُ وَرِسَالَتَهُ  
 إِلَى النَّاصِقِينَ بِالضَّادِ خُصُوصًا وَلِذَلِكَ أَثَفْتُ الْأُسْتَاذَ الْأَعْظَمِيَّ  
 هَذَا الْكِتَابَ وَبَوَضَعْتُ هَذَا الْكِتَابَ النَّافِعَ قَدَّمَ خُدْمَةَ  
 إِسْلَامِيَّةً جَلِيلَةً لَا تُنْكَرُ كَذَلِكَ لِعُمُومِ النِّفْعِ - قَدَّمَ هَذِهِ  
 الْفِلْسَفَةَ بِالْأَرْدِيَّةِ عَلَى الْيَسَارِ لِيَسْتَفِيدَ مِنْهُ سَكَّانُ الْهِنْدِ  
 أَيْضًا.

الْأُسْتَاذَ الْأَعْظَمِيَّ أَوَّلَ هِنْدِيٍّ أُنتَدِبَ مُدْرِسًا فِي جَامِعَةِ  
 مِصْرِيَّةٍ وَأَدْخَلَتْ اللُّغَةَ الْأَرْدِيَّةَ كَلْفَةً عِلْمِيَّةً حَيَّةً فِي الْجَامِعَةِ  
 الْمِصْرِيَّةِ مِنْ مَسَاعِيهِ الْجَمِيلَةِ وَأَعْلَنَ لِذَلِكَ الْمَشْرُوعَ الْمَلِكِي الطَّوِيلَ  
 (رَأْنُظَرُ ص ٢١٧) قَدْ قَامَتِ الْمَمْلَكَةُ الْمِصْرِيَّةُ بِطَبْعِ مُؤَلَّفِهِ " شَرْحُ  
 دِيَوَانِ الْأَمِيرِ تَمِيمِ الْفَاطَمِيِّ " بِمُنَاسِبَةِ الْعِيدِ الْأَلْفِيِّ لِلْقَاهِرَةِ وَ  
 الْأَنْسْهُرُوتِيَّ الْأُسْتَاذَ بِوَضْعِ التَّأْلِيفِ الْمَخْتَلَفَةِ عَنْ فِلْسَفَةِ اقْبَالٍ وَذَلِكَ  
 لِيَسْتَحَقَّ كُلَّ التَّهْنِئَةِ وَالشُّكْرِ.

کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اور یہ پہلی کتاب ہے جو ہماری بزم کی جانب سے طبع ہو کر شائع کی جا رہی ہے۔ مملکت حیدرآباد کی مرکزی بزم اقبال علامہ اقبال کے کلام و پیام کی اشاعت کے سلسلہ میں آج تقریباً پانچ سال سے نہایت اہم کام انجام دے رہی ہے۔ اس بزم کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ دنیا کے ہر اہم مقام پر اور خصوصاً اسلامی ممالک کے ہر بڑے شہر میں بزم ہمارے اقبال کا قیام عمل میں لایا جائے۔ چنانچہ اس کام کی انجام دہی کے لئے ایران، افغانستان، عراق وغیرہ میں کام شروع کر دیا گیا ہے اور مصر میں اس کام کی تکمیل کا بیڑا پروفیسر حسن الاعظمی نے اٹھایا ہے۔ ہم لندن، نیویارک، ڈربن (جنوبی افریقہ) میں بھی بزمیں قائم کرنے کا کام نہایت کامیابی سے کر رہے ہیں۔ اور جنگ کے بادلوں کے پوری طرح چھٹ جانے کے بعد یورپ کے دیگر دارالسلطنتوں، آسٹریلیا، چین اور جاپان میں بھی اس کام کی تکمیل کی طرف توجہ کی جائے گی۔

خدا سے میری دعا ہے کہ وہ اس شاعر مشرق کے پیام کو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر مسلمان کے کان تک پہنچا دے۔ تاکہ ہم اس مفکر اعظم کے اعلیٰ خیالات سے مستفید ہو کر اپنی کھوئی ہوئی منزل کو جلد سے جلد پاسکیں۔

اس کتاب کے آخر میں علامہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام مصری نوجوان لیڈر

قامت جمعية اقبال "بجهد راياذ بنشر هذا الكتاب وهو من أول المطبوعات التي نشرت من هذه الجمعية إلى اليوم. قد شكلت هذه الجمعية ومركزها الرئيسي بخاصرة الدكن منذ خمسة أعوام لنشر رسالة العلامة اقبال وتعميم فلسفتها وقدّمت في هذه المدة القصيرة خدمات جليلة - ومن مقاصدها الهامة وأغراضها الخاصة انشاء فروع لها في جميع الأماكن المركزية للعالم ولا سيما في كل البلاد الاسلامية الشهيرة - وابتدأ العمل في هذا الخصوص بإيران وأفغانستان والعراق وغيرها، ووجد الأستاذ الأعظمي بتشكيل فرع الخاص بمصر في مستقبل قريب .

نسعى الآن سعياً مستمراً بانشاء فروعها في لندن ونيويورك و  
 افريقية الجنوبية وبودّنا ان نتقدّم ايضاً بعد زوال خطرات الحرب وأثارها إلى حاضرات أوروبا الباقية واستراليا والصين واليابان لننشئ في هذه المدن العظيمة فروع الجمعية .

وأدعو الله أن يعمّر رسالة أكبر شعراء الشرق هذه ويوصلها إلى جميع أذان المسلمين وفي كل أنحاء العالم لنجد منزلنا المنقود في أسرع مدة بالاستفادة من أفكار هذا المفكر الأعظم الخالد .

وقد أضيف أخيراً إلى هذا الكتاب كثيراً من الفوائد مقالات

(پرنسپل کلیۃ اللغۃ العربیۃ، جامعہ اندھرا، اور شیخ الصاوی علی شعلان مصری  
 (من علماء الازہر) کے بعض اہم مضامین اور قصائد بھی شامل کئے گئے ہیں  
 جن کے مطالعہ سے علامہ اقبال کی عظمت اور ان کے اعلیٰ تخلیقات کی  
 اہمیت کا اندازہ ہو سکے گا

آخر میں میری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ اس کتاب کو مقبول عام بنائے  
 اور علامہ اقبال کے تخلیقات سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ آمین۔

(نواب) حسن یار جنگ

صدر مرکزی ہرم اقبال  
 حیدر آباد دکن - ہند

سیکرم پیٹھ  
 ۲۶۔ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ  
 سیکرم۔ جنوری ۱۹۴۶ء

رعيم الشباب الدكتور العلام عبد الرهاب عزام عميد كلية اللغة العربية وقصائد الشيخ الصاوي على شعلان بلبل الأخوة الصداق  
ونستطيع أن نفهم عظمة اقبال وأهمية أفكاره العالية بمطالعة  
هذه القصائد والمقالات

وأدعوا الله أخيراً أن يعمم هذا الكتاب ليستفيد بتوسطه  
من تعاليم العلامة اقبال المسلمون قاطبة - آمين

حسن يارجنك

رئيس جمعية اقبال المركزية

حيدرآباد الدكن

الهند

في ٢٦ محرم الحرام ١٣٦٥ هـ

الموافق أول يناير سنة ١٩٤٦ م

# تعارف

————— از —————

سرشیخ عبد القادر بالقابہ

چیف جسٹس بھاو لپور پنجاب

————— و —————

سابق مدیر رسالہ 'محرزن'



## تعارف

پروفیسر محمد حسن اعظمی صاحب (عالم ازہر یونیورسٹی قاہرہ) ہمارے ملک کے اُن چیدہ اصحاب ہیں سے ہیں جن کی شہرت وطن کی حدود سے بڑھ کر دور دراز بیرونی ملکوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپ اعظم گڑھ دیوبندی اسکے رہنے والے ہیں، ہندوستان میں علوم مشرقی کی تحصیل کے بعد شوقِ علم انھیں کشاں کشاں مصر کو لے گیا، وہاں وہ جامعہ ازہر میں مدایجِ علمی طے کرتے ہوئے قاہرہ کی مشہور مصری یونیورسٹی کے پروفیسر ہو گئے، اور انھوں نے زبانِ عربی میں یہاں تک دسترس حاصل کی، کہ اُن کی تحریریں وہاں کے اخباروں اور ادبی رسالوں میں مقبول ہونے لگیں، اس کے بعد انھوں نے بہت سی کتابیں عربی میں تصنیف کیں جو نگاہِ پسندیدگی سے دیکھی گئیں، اُن کتابوں میں "شرح دیوان الامیر تہیم الفاطمی" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کتاب کو حکومتِ مصر نے قاہرہ کی ہزار سالہ جوبلی کے جشن کے لئے شایع کیا ہے۔

بعض کتابوں کے ذریعے آپ نے اہل مصر کو ہندوستان کے تاریخی اور دیگر حالات سے آگاہ کیا۔ پھر مصر کے حالات پر آپ نے اردو میں کتابیں لکھیں

تاکہ دونوں ملکوں کو ایک دوسرے سے لپچپی ہو اور یہ دلچسپی ادبی اور تجارتی تعلقات کی ترقی کا زینہ بنے۔

لغتِ عربی کے متعلق بھی آپ چند کتابیں لکھ رہے ہیں جن میں **المعجم الأعظم** یا عربی اُردو لغات چار جلدوں میں ہوگی، اور دوسری اُردو عربی لغات، اس کی بھی چار جلدیں ہوں گی۔

ایک کتاب **فلسفۂ اقبال** پر عربی میں لکھی ہے جس کے ذریعے سے اُنھوں نے مصر کے ذی علم طبقہ کو اقبال سے روشناس کیا۔

ہندوستانی مدارس میں عربی کو ہر بغیر نہ کرنے کے لیے **القرآن الاعظمیۃ**، **المکملۃ الاعظمیۃ** اور **مدارس العربیۃ** کے نام سے متعدد کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔ یہ کتابیں **کلیۃ اللغة العربیۃ** کے نصاب میں داخل کر لی گئی ہیں۔ ان علمی خدمات کے علاوہ ایک بڑا کام جو اعظمی صاحب نے انجام دیا ہے، وہ یہ ہے کہ اُنھوں نے مصر اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء اور ادیبوں کے تعاون سے ایک عالمگیر جماعت مصر میں قائم کی ہے جس کا نام **الأخوة الاسلامیۃ** ہے۔ اس جماعت کے سابق صدر مرحوم علامہ طنطاوی جو ہری مفسرِ قرآن اور موجودہ رئیسِ خباب ڈاکٹر عبدالوہاب عزام ایک مصری فاضل ہیں، جو مصری یونیورسٹی میں علومِ شریعہ کے

صدر شعبہ ہیں۔ اور اس عالمگیر جماعت کے جنرل سکریٹری اعظمی صاحب ہیں۔ اس جماعت کے اکثر اراکین ہمارے ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کے کلام کے مداح ہیں۔ اس جماعت کے صدر دفتر قبۃ الغوری قاہرہ میں ہر ہفتہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے فلسفہ و خیالات کی تشریح و توضیح پر مصری اداوار و علماء لکچر دیتے ہیں۔ ان مجالس میں قابل رشک دجیبی لینے والے ایک مصری ادیب الشیخ الصاوی شعلان ہیں۔ وہ عربی نظم خوب لکھتے ہیں۔ انھوں نے اقبال کے بہت سے اشعار کو عربی نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ اقبال ہند ہی نژاد ہوتے ہوئے اور فارسی و اردو میں شعر کہنے کے باوجود عربی زبان اور عربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ تھا، جیسا اُس کے مصرع سے ظاہر ہوتا ہے

ع عجمی خم ہے تو کیا، تو حجازی ہے مری

وہ اگر آج زندہ ہوتا تو یہ دیکھ کر کہ اس کا کلام عربی زبان کی وساطت سے عربوں میں پھیل رہا ہے بہت خوش ہوتا۔

اعظمی صاحب اپنی یونیورسٹی سے رخصت لیکر لیبیا کی جنگ سے کچھ عرصہ پہلے اس غرض سے ہندوستان میں آئے تھے کہ اپنی سوسائٹی کی شاخیں ہندوستان میں قائم کریں۔ اور اہل ہند سے دوستی پیدا کرنے کا جو شوق انھوں نے مصریوں میں

میں پیدا کیا ہے۔ اس کا جواب اداھر سے بھی شروع ہوا، تاکہ یہ رابطہ دونوں ملکوں کو نفع بخشے مگر اتفاق یہ ہوا کہ اُن کے آنے کے بعد جلد ہی جنگ کی شدت زیادہ ہو گئی اور بحری راستے بڑی حد تک مسدود ہو گئے۔ اس طرح انھیں دیر تک یہاں ٹھہرنا پڑا لیکن ہے کہ انھیں اپنے دہان کے فرائض کی زیادہ کشش ہو، لیکن اُن کا یہاں رہنا اُن مقام کے لئے جو اعلیٰ صاحب کے پیش نظر ہیں مفید ثابت ہو رہا ہے۔

انھوں نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے، جو ہے تو چھوٹی سی، مگر نہایت قدر کے قابل ہے۔ انہیں تھوڑی سی جگہ میں اقبال مرحوم کا فلسفہ حیات و موت وضاحت سے اور بہت مؤثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی یہ عجیب صفت ہے کہ یہ اردو میں بھی ہے اور عربی میں بھی، نظم میں بھی ہے اور شریں بھی۔ اس کی بنیاد تو ایک تقریر ہے جو ڈاکٹر رضی الدین صدیقی صاحب نے "یوم اقبال" حیدر آباد کے موقع پر اردو میں کی ڈاکٹر صدیقی صاحب آج کل عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر ریاضی ہیں۔ اُن کی یہ تقریر اعلیٰ صاحب کو پسند آئی، انھوں نے چاہا کہ عرب ممالک کے مسلمان بھی اقبال کے فلسفہ حیات و موت سے مستفید ہوں۔

انھوں نے اس تقریر کو عربی شریں ادا کیا، اور شیخ الصاوی شعلان صاحب ہی کی مدد سے اقبال کے اُن اشعار کا جو صدیقی صاحب کے مضمون میں پیش کئے گئے

تھے عربی نظم میں ترجمہ کرادیا۔ اس عربی حصہ نظم و شعر کی داد تو اہل زبان دے سکیں گے، مگر اس کی سلاست کی بابت اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ہم کم علموں کو بھی عربی حصے کا مطلب سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔

ایک اور چیز جو اس ترجمہ کو دیکھ کر نظر آئی وہ یہ ہے کہ کئی جگہ اردو میں جو مطلب ہمارے اقبال نے ایک شعر میں ادا کیا ہے، اُس کو پوری طرح ادا کرنے میں عربی کے ناظم کو دو شعر لکھنے پڑے ہیں۔ یہ تو میرا ہمیشہ سے عقیدہ تھا کہ اردو میں دقیق مطالب کو عمدگی سے ادا کرنے کی صلاحیت ہے، اور وہ قدیم اور زیادہ ترقی یافتہ زبانوں کی خوبیاں پیدا کر رہی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ بعض اوقات اختصار کے لحاظ سے اردو اُن سے بازی لے جاسکتی ہے، بشرطیکہ لکھنے والا ایسا باکمال ہو جیسے اقبال تھا۔

شیخ الصادق شعلان کے اشعار کے متعلق یہ اعتراض واجب ہے کہ وہ اردو اور فارسی اشعار کے مطالب کو صحیح طور پر ادا کرنے میں ابھی طرح کامیاب ہوئے ہیں۔

کلام اقبال کے کئی حصے انگریزی فرانسیسی جرمن اور اطالوی زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ لیکن دنیائے اسلام کے اہم ترین حصص عربی بولنے والی قوموں سے

پڑھیں، اس لئے اُن تک اقبال کے پیغام حیات کا پہنچنا بہت اُمید افزا ہے۔  
 اقبال کے ترانہ ملی کا منظوم عربی ترجمہ بھی اس کتاب میں درج کیا گیا ہے،  
 یہ ترجمہ نہایت دلکش ہے۔ اس کا ملکی ترانہ اور ملی ترانہ دونوں اپنی جگہ لا جواب ہیں۔  
 ملکی ترانہ لکھنے کا خیال میں نے اُن کے سامنے پیش کیا تھا، اور اُن سے یہ کہا تھا  
 کہ جیسے انگریزوں کا نیشنل گیت ہر موقع پر گایا جاتا ہے اور فوجی باجے کے ساتھ  
 بجایا جاتا ہے، ایسی کوئی نظم ہمارے ہندوستان کے لئے ہونی چاہیے، وہ سنتے ہی  
 سوچنے لگ گئے، اور اُن کی زبان سے یہ مصرعہ نکلا:-

”سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا“

میں نے کہا بہت خوب ہے، اب اس نظم کو مکمل کر دیجئے۔ ایک دو دن بعد وہ نظم  
 مکمل ہو گئی، اور اس قدر مقبول ہوئی کہ کوئی نیشنل مجمع ایسا نہ تھا جس میں وہ گائی  
 نہ گئی ہو۔ اس کی قبولیت کو دیکھ کر بعض اور دوستوں کو یہ خیال آیا کہ اقبال سے کہیں  
 کہ جیسا گیت ہندوستان کے لئے لکھا ہے، ویسا ہی دنیا کے اسلام کے لئے لکھا  
 جائے۔ اقبال کے لئے یہ تجویز اور بھی دلپذیر ثابت ہوئی، اور ترانہ ملی نظم ہو گیا۔

جس کا مطلع ہو:-

چہین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا  
 مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا



معلوم نہیں ان دو مصرعوں میں کتنی تاثیر ہے کہ یہ شعر اب بیرونی ملکوں میں جہاں کہیں مسلمان ہیں مقبول ہو گیا ہے۔

دیکھیے یہ شعر عربی لباس میں کیسا سجا ہے :-

الصِّينُ لَنَا وَالْعُرْبُ لَنَا وَالْهِنْدُ لَنَا وَالْكُلُّ لَنَا  
أَضْحَى الْإِسْلَامُ لَنَا دِينًا وَجَمِيعُ الْكَوْنِ لَنَا وَطَنًا

عربی کے استاد نے بحر بھی خوب چنی ہے جو فوجی ہاجے کے ساتھ بہت بھلی معلوم ہوگی۔ اعظمی صاحب بتاتے ہیں کہ مصر اور عراق کے بعض مدارس میں لڑکے جھوم جھوم کر یہ ترانہ پڑھتے ہیں، اور یہ عالمگیر جماعت الاخوانۃ الاسلامیہ قاہرہ کا خاص ترانہ مقرر کیا گیا ہے جو تقریباً تمام دنیا کے اسلام میں منتشر ہو چکا ہے۔

ان چار مصرعوں میں جو میں نے عربی ترجمے سے نقل کئے ہیں۔ میرے اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ اردو کے دو مصرعوں کا مطلب چار مصرعوں میں سمایا ہے لیکن اردو انصاف ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ چھوٹی بحر کی وجہ سے دو مصرعوں سے کام نہیں نکلتا تھا اور ساتھ ہی اس آزاد ترجمہ میں ایک دو خوبیاں اردو سے بڑھ کر پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً "وَالْكُلُّ لَنَا" نے اس مصرعے کے مضمون کو بلند کر دیا ہے۔ اور "أَضْحَى الْإِسْلَامُ لَنَا دِينًا" میں بھی ایک نشان ہے جو اردو

میں اس قدر خوبصورتی سے نہیں ادا ہوئی تھی۔ گو ہندوستان کے شاعر نے ”مسلم ہیں ہم“ کہتے ہوئے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

کتاب کے اخیر میں فاضل مترجموں نے ”الاخوة الاسلامیہ“ کی طرف سے اسلامی برادری پر ایک عربی نظم لکھی ہے جو روحِ انبوت سے مملو ہے۔ اگر اردو نظم میں اس کا ترجمہ سنا ہوتا تو بہت موزوں ہوتا۔

یہ کتاب اپنی طرز کی ایک نرالی چیز ہے، اور اُمید قوی ہے کہ یہ ہندوستان اور مصر دونوں ملکوں میں مقبول ہوگی۔ بلکہ جہاں کہیں عربی بولی یا سمجھی جاتی ہے وہاں اقبال کے پیام کا یہ حصہ اس کے ذریعہ پھیل جائے گا، کہ مسلمان کا خاتمہ ہے کہ موت سے نہ ڈرے اور موت کو زندگی کی ایک آئندہ منزل کا راستہ سمجھے، اور اس کا عمل یہ ہو کہ موتِ برست اور زیادہ یا نڈارِ زسیت کا ذریعہ ہے۔ اقبال نے اپنی جوانی کے اردو کلام میں یہی بلند خیال ایک سہل ممتنع مصرعے میں یوں ادا کیا تھا۔

”جیسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا“

عبدالقادر



## مُقَدِّمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمدًا كثيرًا مباركًا فيه كما يحب ربنا ويرضى، والصلوة والسلام على سيدنا محمد القائل فيه ربّه ولسوف يعطيك ربك فترضى، وعلى آله وصحبه وتابعيه إلى يوم الدين .

وبعد فقد ألقى حضرة العلامة الدكتور رضى الله عنه الصديق الاستاذ بالجامعة العثمانية بنحيد رأباد دكن محاضرة باللغة الأوردية عن فلسفة الحياة والموت في نظر المغفور المرحوم الدكتور محمد اقبال لشاعر الاشتهر وما وصلت هذه المحاضرة إلى حضرة الاستاذ الشيخ محمد حسن الاعظمى الذى كان اذذاك مدرّسًا بالجامعة المصرية بالقاهرة حتى قام بترجمتها إلى اللغة العربية بأسلوب رائع فأعجب بها الانزهريون والمصريون المثقفون و نشرت في كبريات الجرائد اليومية والمجلات الأسبوعية .

والاستاذ الشيخ محمد حسن الاعظمي شديد الذكاء قوى  
الارادة جري قوى الايمان شديد الثقة بنفسه كاتب خطيب  
من اكبر دعاة الجامعة الإسلامية الحققة ولما ذهب إلى مصر  
وانخرط في سلك الطلبة بالجامع الأزهر الشريف ورأى بفراسته  
أن تربية مصر هي لتربية التي يرجوها لتحقيق دعوة الواحد الإسلامية  
أخذ يبتدئ دعوته بين الطلبة والعلماء فأجابوه وتعرف بالعظماء  
والوزراء فأحبوه وأجلوه فلما استوثق من النجاح دعا وهو ذلك  
الطالب الهندي إلى تاليف جمعية باسم الأخوة الإسلامية فتألفت  
برئاسة الاستاذ الجليل الدكتور عبد الوهاب بك عزام الاستاذ  
بالجامعة المصرية ورئيس القسم الشرقي فيها وسرعان ما انضم اليها  
فطاحل العلماء والوزراء كالمرحوم الاستاذ الشيخ طنطاوي جوهرى  
وفضيلة الشيخ صاحب لمعالى مصطفى باشا عبد الرازق وكان هذا  
وزير الأوقاف فتمت الجمعية مكانا له عظمتها في وسط القاهرة  
فتمت الجمعية وانتخب أعضاؤها الاستاذ الاعظمي سكرتيرا  
عاما فاذا ذهبت إلى مقر الجمعية ترى جمعية اقوام الإسلامية

التي تضم مصري والهندي والصيني والجاوي والتركي وغيرهم من  
سائر الاقطار الاسلامية وكلهم كآسرة واحدة - الامر الذي كان  
يسعى الى تحقيقه السيد جمال الدين الافغانى ولم يتحقق الا على  
يد هذا الازهر الهندي الشيخ الاعظمي - ثم عاذا طمع الشيخ  
الاعظمي الى شئ له قيمته فسعى سعيا حثيثا بمساعدة من  
عرفهم من العلماء والادباء حتى جعل اللغة الاردية من اللغات  
التي تدرس بالجامعة المصرية التي عينته أستاذا لهذه اللغة  
وادابها - ولهذا زاد اتصاله باساتذة الجامعة مثل الاستاذ الدكتور  
طه حسين بك والاستاذ عبد الحميد عبادي والاستاذ احمد امين  
والاستاذ الدكتور حسن ابراهيم وغيرهم كثير من الذين عرفوا نبوغه  
فاحبوه وأجلوه - وقد اخذ عنه اللغة الاردية الاستاذ الدكتور  
عبد الوهاب عزام والاستاذ الصاوي شعلان الذي حول الاشعار  
الاردية في الحياة والموت الى اللغة العربية .

نال الاستاذ الاعظمي شهادة العالمية من الجامعة الانهرية  
بتفوق غبطة اهل اللسان العربي عليه وله مؤلفات شتى بعضها موعظ بعضها

مترجم منها ما تم طبعه ومنها ما هو تحت الطبع كما أن بعضها بالعربية والأردية وبعضها بالعربية مثل شرح ديوان الأمير تميم الفاطمي وبحث في الشيعة ومحاضرات عن مصر والقرابة الأعظمية والمكاملة الأعظمية وجامع القواعد ومدرسة العربية ومبادئ اللغة العربية والرسائل الأعظمية والمعجم الأعظم وفقى الهند وغيرها.

ولا يتكلم إلا باللغة العربية الفصيحة التي تطاوعه الفاظها وتأتى إليه طائعة معانيها. يؤتى الحكمة من يشاء ومن يوت الحكمة فقد أوتي خيراً كثيراً. هذا ويحسن بنا قبل أن نختم هذه المجالة أن ننوه بما تضمنته فلسفة الحياة والموت لاسيما أثناء هذه الحرب الطاحنة من أن ذلك سيفيد المسلمين عموماً وشبابهم خصوصاً وقد شرع بهذا طلاب الأزهر من الإقطار الإسلامية فترجموا إلى لغاتهم المختلفة ونشروها في جميع أنحاء العالم الإسلامي وهذا ولا شك سيكون سبباً في توثيق عرى الوثابدين المسلمين جميعاً. ولعل هذا الكتاب هو الأول في بابيه من أنه جاء للمسلمين كافة وخلد

ذكر منشئه وهو والدكتور المرحوم محمد اقبال ونرجو أن ينسج كثير من  
 اخواننا المسلمين خصوصاً المصريين على منواله حتى يتم الاخاء  
 بين الجميع ويصبح المسلمون مع بُعد الشقة كأُسرة واحدة اذا  
 تألم عضومنها تألم لأجله بقية الأعضاء. نسأل الله أن يجزى  
 السبب في بث هذا المبدأ السامي بيننا وهو فضيلة الأستاذ  
 الشيخ محمد حسن الأعظمي، سدد الله خطاه وأبلغه ما يتمناه  
 أنه قريب محبيب.

محمد رزق المصري

من علماء الأزهر

# تصدير الكتاب

بقلم الدكتور عبد الوهاب عزام رئيس جامعة لاخوتة الإسلامية مصر

محاضرة ألقاها في حفلة لتأبين "إقبال" في الهند باللغة الأردية  
الدكتور رضی الدین الصديقي (الحائز جائزة نوبل ورئيس قسم  
العلوم الطبيعية بالجامعة العثمانية بحيد راباد دكن) وترجمها  
إلى العربية الأستاذ محمد حسن الأعظمي الهندي ونظم أبياتها  
الشيخ الصاوي شعلان .

ويرى فيها القارئ أمثلة بيّنة عن آراء إقبال في الحياة  
والموت، والجهاد والاستكانة، وصوراً من فلسفته التي جعل  
محورها "الذاتية" وحشد لتوضيحها كثيراً من بدائع الفكر  
والشعر وعبر التاريخ والحياة؛ ولعلها فاتحة لامتاع قراء العربية  
بقطع رائعة من فلسفة إقبال وشعره؛ ولا ريب أن القوة

والأمل في هذا الشعر يُلامن أحوالنا التي تقتضي  
كل إنسان ما في فطرته من إيمان وعزم وجهاد وصبر  
والذي قرأ شعر إقبال بالأردنية والفارسية وعالي  
ترجمة الشعر نظماً يعجب كل الإعجاب بمقدرة المترجمين  
ويشهد أنهما أصابا بالتوفيق في هذا العمل الجليل -  
وستنشر جماعة الأخوة الإسلامية بمصر المؤلفات  
من جميع الأقطار الإسلامية) عما قليل كتاباً يتضمن  
كثيراً من فلسفة إقبال وشعره. يشترك في تأليفه جماعة  
من الأدباء المعجبين بهذا الفيلسوف الشاعر الإسلامي  
الحال

عبد الوهاب عزّام  
(الأستاذ بالجامعة المصرية - القاهرة)

رئيس مركز جماعة الأخوة الإسلامية بقية الغوري القاهرة  
رئيس كلية اللغة العربية (الزهر) د

”اقبال نے اگرچہ شمع مسلمانوں کے دروازہ پر  
 رکھ دی ہے لیکن دوسرے لوگ بھی اس سے  
 فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔“

(ایک ہندو لیڈر)

اقبال کو نہ گورنمنٹ نے سمجھا نہ قوم نے، کیونکہ اگر  
 گورنمنٹ سمجھتی تو بغاوت کے الزام میں اسے  
 جزیرہ انڈیمان بھیج دیتی۔ اور اگر قوم سمجھتی، تو  
 بغاوت کر دیتی۔

سید حبیب  
 مدیر سیاست



الكتاب الأول

في

فلسفة الحياة والموت

## فلسفة الحياة والموت

كَانَ شَيْخُ الْمَوْتِ الْمُخِيفِ الرَّهِيْبِ يَبْدُو  
 أَمَامَ النَّاسِ جَسِيماً عَظِيماً، وَبَقْدَرًا كَانَتْ جَسَامَتُهُ  
 وَخَطَرُهُ كَانَ يَبْدُو فِي عَيْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُتْلَا شَيْئاً  
 لَعَلَّهُ كَانَ يَرَى أَنَّ الْعَقَبَةَ الْكَوُودَ فِي طَرِيقِ رُقَى الْمُسْلِمِينَ  
 هِيَ خَافَةُ الْمَوْتِ وَوَجَدَ أَنَّ خَوْفَ الْمَوْتِ مَعْنَاهُ أَمْرٌ  
 وَاحِدٌ، وَهُوَ تَرْجِيحُ حَيَاةِ الذِّلَّةِ وَالْعُبُودِيَّةِ عَلَى مَوْتِ  
 الشَّرَفِ وَالْكَرَامَةِ فَحَاوَلَ أَنْ يَنْتَزِعَ هَذَا الْمَرَضَ النَّفْسِيَّ  
 مِنْ صُدُورِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ مُبَيِّنًا أَنَّ خَوْفَ الْمَوْتِ الْإِيمَانُ  
 لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبٍ وَاحِدٍ وَأَنَّ الَّذِينَ تَسَنَّمُوا غَارِبَ لَعْنَةِ  
 وَالشَّرَفِ هُمُ الَّذِينَ حَمَلُوا رُؤُسَهُمْ عَلَى أَكْفِهِمْ فِي مَيْدَانِ الْكَفَاحِ

## فلسفہ حیات و موت

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی بیمار قوم کی حالت پر نظر ڈال کر معلوم کر لیا کہ جو کمند امراض قوم کو اندر ہی اندر کھائے جا رہے ہیں ان میں ایک خطرناک مرض موت کا وہ ڈر ہے جو ہر کس و ناکس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ یہ "خوف مرگ" وہ بلا ہے کہ اگر یہ کسی قوم کو لگ جائے تو وہ قوم غیرت اور آزادی کی موت پر بے عزتی اور غلامی کی زندگی کو ترجیح دیتی ہے۔ اور پھر وہ پستی اور ذلت کے سب سے بڑے گڑھے میں گر جاتی ہے، جہاں اُس کو اغیار کی ٹھوکروں کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ اقبال نے اس خوف و ہراس کے خلاف مسلسل جہاد کیا ہے، اور بار بار یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر ہم جمیعت ایک قوم کے زندہ رہنا چاہتے ہیں، تو ہمیں موت

لَا تَنْخَلِيعُ قُلُوبُهُمْ فَرَقًا وَلَا تَرْتَعْشُ عَزَائِمُهُمْ جُبْنًا - وَإِنَّمَا  
يُقْبِلُونَ عَلَى الْمَوْتِ إِقْبَالَهُمْ عَلَى الْعُرْسِ، مُؤْمِنِينَ  
بِالْفَوْزِ فِي الدُّنْيَا وَالسَّعَادَةِ بِإِقْبَاءِ اللَّهِ - "قُلْ هَلْ تَرْتَبِصُونَ  
بِنَا الْإِحْدَى الْحُسَيْنِيَّ" فَأَمَّا النَّصْرُ وَإِنَّمَا مَوْتٌ  
فِيهِ الْفَخْرُ

ثُمَّ يَذْكُرُنَا بِأَسْلَافِنَا الْمَاضِينَ الَّذِينَ مَلَكَوا  
الْمَمَالِكَ وَأَدَّوْا الدُّوَلَ، وَوُطِّتْ خِيُولُهُمُ الْقِلَاعَ وَالْحَصُونُ  
وَمَا اشْتَرَوْا هَذَا الْمَجْدَ إِلَّا بِدِمَائِهِمْ، فَهُوَ فِي قَصِيدَتِهِ  
"الشُّكُوى" يَذْكُرُنَا بِهَذِهِ الْحَقِيقَةِ فِي جَلَاءِ حَيْثُ يَقُولُ:

فَوْقَ الصَّوَامِعِ وَالْكُنَائِشِ صَوْتُنَا  
قَدْ كَانَ يَعْلُو بِالْأَذَانِ جِهَارًا  
تَتَرَنَّمُ الصَّخْرَاءُ فِي إِفْرِيقِيَا

سے ذرہ برابر بھی نہیں ڈرنا چاہیے۔ انفرادی اور اجتماعی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ وہی شخص یا وہی گروہ کچھ نمایاں کام کر گیا ہے جس کا دل موت کے خوف سے بالکل متبر تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی انسان کی جسمانی زندگی پر سب سے بڑی مصیبت جو وارد ہو سکتی ہے وہ موت ہے اور اگر کوئی شخص اسی کو خاطر میں نہ لاتا ہو تو پھر اسکی زندگی کی گہرائیوں اور بلندیوں کی انتہا نہیں۔ اقبال ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے مشرق و مغرب پر اپنا سکہ بٹھا دیا اور انسانی تہذیب و تمدن کے ہر شعبہ میں حیرت انگیز ترقیاں کیں، تو اسکی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خوف کے احساس سے پاک تھے اور اپنی مہموں میں سر کو مہمیلی پر لئے پھرتے تھے۔ چنانچہ ”شکوئی“ میں فرماتے ہیں:-

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں!

خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں

بِصَلَاتِنَا وَتُسَابِقُ الْأَطْيَارَ  
 كُنَّا نَقْدُّ مَرَّ السُّيُوفِ صُدُورَنَا  
 لَمْ نَخْشَ يَوْمًا غَاشِبًا حَبَّارًا  
 وَكَأَنَّ ظِلَّ السَّيْفِ ظِلُّ حَدِيقَةٍ  
 خَضْرَاءُ تَنْبُتُ حَوْلَنَا الْأَزْهَارَ  
 ثُمَّ يَقُولُ :

كَوَفَّرْتَ الْأَسَادُ فِي أَكَامِهَا      لَمْ يَلْقَ غَيْرَ ثَبَاتِنَا الْمِيدَانُ  
 وَكَأَنَّ نِيرَانَ الْمَدَافِعِ فِي صُدُورِ      بِرَ الْمُؤْمِنِينَ الرُّوحُ وَالرَّيْحَانُ  
 وَيَصِفُ ذَلِكَ الْمُسْلِمَ الَّذِي يَنْطَلِقُ كَالسَّهْمِ النَّاظِمِ إِلَى لَعْدٍ وَبَعْدٍ  
 أَنْ يَكْبُرَ تَكْبِيرُ الْجَهَادِ فِي الْمِيدَانِ ، يَقُولُ :

ذَلِكَ الْمُؤْمِنُ الْجَاهِدُ يَغْشَى      غَمْرَةَ الْحَرِبِ وَالرَّدَى يَخْشَاهُ  
 تَحْتَ ظِلِّ السُّيُوفِ قَاصِي قُوِي      دِرْعُهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کبھی افریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں میں  
 شان آنکھوں میں نہ جیتی تھی ہسٹاروں کی  
 کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی  
 تل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے  
 پاؤں شیروں کے بھی میڈاں سے اکھڑ جاتے تھے  
 تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے  
 تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے  
 ایک مرد مسلمان کا یہ حال تھا کہ میدان کارزار میں نعرہ بکیر لگا کر  
 مقابلہ کے لئے کود پڑتا تھا۔

مرد سپاہی ہے وہ اُس کی زرہ لا آ  
 سایہ شمشیر میں اُس کی پنہ لا آ  
 یا اب یہ حال ہے کہ موت کے اندیشہ سے ہمارا دل کانپتا رہتا ہے

وَيَبِينُ لَنَا بَعْدَ ذَلِكَ أَنَّ الْحَالَةَ قَدْ تَغَيَّرَتْ ، وَأَنَّ  
سُنَّةَ الْأَقْوَامِ قَدْ تَبَدَّلَتْ ، وَاسْتَحْكَمَ الْحُبُّ فِي قُلُوبِ  
الْكَثِيرِينَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، وَأَصْبَحَتْ وَجُوهُهُمْ تَصْفَرُّ أَصْفَرًا  
الشَّمْسِ عِنْدَ الْأَصِيلِ إِذَا ذُكِرَ الْمَوْتُ أَوِ الْحَرْبُ . ثُمَّ يُخَاطَبُ  
الَّذِينَ يَمْتَنِعُونَ الْجِهَادَ ، وَيَبَيِّنُ لَهُمْ أَنَّ وَعَظَكُمْ أَصْبَحَ فِي  
الْمَسَاجِدِ غَيْرَ نَافِعٍ لِلْأُمَّةِ وَلَا مُغْنٍ عَنْهَا فِي حَيَاتِهَا الْحَاضِرَةِ  
شَيْئًا : لَمْ يَبْقَ فِي يَدِ مُسْلِمٍ دِرْعٌ وَلَا

سَيْفٌ يَصُولُ بِهِ لِيَوْمِ جِهَادٍ  
وَلَوْ أَنَّهْ وَجَدَ السُّيُوفَ فَقُلْ لَهُ  
ذَوْقُ الْخُلُودِ وَحُبُّ الْإِسْتِشْهَادِ  
مَنْ كَانَ يَجْزَعُ مِنْ مَيِّتَةٍ كَافِرٍ  
هَلْ يُسْتَطِيبُ مَصَارِعَ الْأَفْجَادِ



اور ہمارا جسم ہلدی کی طرح زرد ہو جاتا ہے۔ اس خوف سے ہم اس قدر مغلوب ہو گئے ہیں کہ اگر زمانہ کے انقلاب نے ہمارے افراد کو شاہی کی بجائے خاکبازی پر مجبور کر دیا ہے تو ہمارے مرشدان خود ہیں قوم کو اپنی بے بسی کی طرف توجہ دلانے کے بجائے فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے کہ اس میں اب تلوار کی ضرورت نہیں رہی۔ جناب شیخ سے اقبال عرض کرتے ہیں کہ مسجد میں اب آپ کا یہ وعظ غیر ضروری ہے، کیونکہ

”تتبع و تفنگ دست مسلمان میں ہے کہاں“

نہو بھی تو دل میں موت کی لذت سے بے خبر

کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل

کہتا ہے کون اُسے کہ مسلمان کی موت مر

(اور اسی مضمون کو اکبر الہ آبادی مصور قومیات اس طرح ادا کر گئے ہیں:

گوشتہ مسجد میں کاری شیخ اب بنتا نہیں      پیٹ گو تسکین پاتا ہے مگر نتا نہیں)

إِذَا كَانَ الْمَرْءُ مُخْلِصًا لِلَّهِ حَقًّا، وَإِذَا كَانَ  
 وَاثِقًا بِأَنَّ الْمَوْتَ لَيْسَ إِلَّا الْعُقُوبَةُ الْأُولَى الَّتِي يَجْتَازُهَا الْمَرْءُ  
 إِلَى الْخَطِيرَةِ الْأَبَدِيَّةِ وَالْمَتَّعَةِ بِلِقَاءِ اللَّهِ - أَقُولُ إِذَا كَانَ  
 الْإِيْمَانُ هَكَذَا فَلَا يَحْتَمِلُ لَخَوْفِ الْمَوْتِ - أَمَّا أُولَئِكَ الْمُضْطَرُّونَ  
 الْخَائِفُونَ فَهُمْ شَاكِرُونَ فِي لِقَاءِ اللَّهِ وَفِي الْخُلُودِ، ثُمَّ هُمْ يَعْبُدُونَ  
 الْمَالَ وَيُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَيُظَنُّونَ أَنَّ هَذِهِ الْحَيَاةَ  
 الْمَادِّيَّةَ هِيَ الْمَرْحَلَةُ الْأَخِيرَةُ لِلْسَّعَادَةِ، لِذَلِكَ يَخْشَوْنَ  
 أَنْ يَمُوتُوا فَيُحْرَمُوا

وَإِقْبَالُ يَحْكُمُ عَلَى هَؤُلَاءِ بِأَنَّهُمْ فَقَرَاءٌ وَأَنَّ نَارَهُمْ لَا تَسْأَى  
 التُّرَابَ وَهُمْ عَلَى كُلِّ حَالٍ سَيَمُوتُونَ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا -  
 الْمُؤْمِنُ الْحَقُّ كَانَ اللَّهُ غَايَتَهُ      وَاللَّهُ كَانَ لَدَيْهِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ  
 وَالْآنَ أَضْحَى إِلَهُ الْمَالِ كَعِبَتَهُ      وَخَوْفُهُ الْمَوْتَ أَفْنَاءٌ وَمَا شَعَرَ

اقبال متعدد موقعوں پر مختلف پیرایوں میں یہ نکتہ سمجھاتے ہیں،  
 کہ موت کا ڈر صرف اُن ہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جو اُس کو فنا کے  
 کال سمجھتے ہیں اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے، لیکن جو لوگ موت کو  
 آئندہ زندگی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں انہیں مرنے کی کچھ پروا نہیں  
 ہوتی۔ دنیا سے اسلام کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ جن کی حیات اور  
 موت خدا کے لئے ہونی چاہیے تھی وہ یا تو مال و زر کی محبت میں گرفتار  
 ہیں یا موت کے خوف سے پریشان۔

آں کہ بوُد اللہ او را ساز و برگ

نقشہ او حُب مال و ترس مرگ

سَيَّانٍ فِي الشِّرْكِ هَذَا عَابِدٌ ذَهَبًا  
 يَسْعَى إِلَى جَمْعِهِ أَوْ عَابِدٌ حَجَرًا  
 يَا مُؤْمِنًا بِلِقَاءِ اللَّهِ مَا لَكَ فِي  
 دُعَايِكَ مِنَ الْمَوْتِ قَدْ أَشْجَهْتَ مَنْ كَفَرَ  
 قَدْ عَادَ قَلْبُكَ مِثْلَ بَيْنِ أَضْلَعِهِ  
 كَأَنَّهُ فِي حَنَائِي الصَّدْرِ قَدْ قُبِرَا  
 مَنْ كَانَ يَحْسِبُ أَنَّ الْمَوْتَ هَاوِيَةٌ  
 وَأَنَّهُ عَدَمٌ لَيْسَ بِأَصْلَ الْبَشَرَا  
 فَنَاسُوا مَالَهُ يَخْشَوْنَ غَنَمَهُمَا  
 إِلَى التُّرَابِ وَيَلْقَى الْمَوْتَ مُحْتَقَرَا

لَمَّا كَانَ مَعَهُ الْمَوْتُ سَارِبًا فِي كُلِّ الدَّمَاءِ الْبَشَرِيَّةِ

بچو کانسرا از اجل ترسندہ

سینہ اش فارغ ز قلب زندہ

مرگ را چوں کانسراں داند ہلاک

آتش او کم بہا مانند خاک

غرض اقبال کو جب یقین ہو جاتا ہے کہ موت کے خوف کا

فَقَدْ حَاوَلَ "اقْبَالَ" أَنْ يُوجِدَ مِنَ السُّمِّ نَفْسَهُ تَرِياقًا، وَ  
كَيْفَ اسْتَطَاعَ أَنْ يَصِلَ بِمَهَارَةٍ إِلَى اسْتِخْلَاصِ هَذَا الدَّوَاءِ  
الْغَرِيبِ؛ إِنَّهُ عَمِدَ إِلَى تِلْكَ كِيرُنَا بَابِ الْمَوْتِ أَمْرٌ مُحْتَوِمٌ وَأَنَّ لِكُلِّ  
إِنْسَانٍ أَجَلًا مُحَدَّدًا، وَإِذَا كَانَتْ هَذِهِ الْفَهْمِيَّةُ قَضَاءً نَافِذًا  
فِي الْخَلَائِقِ، فَالْخَوْفُ مِنْهَا لَا يَجْدِي فَنِيلاً؛ وَمُحَاوَلَةُ الْفِرَارِ  
مَعَ كَوْنِهَا جُبْنًا وَإِخْطَاطًا فِي الْوُجُودِ أَنْ تُخَالِفَهُ حُكْمُ الْعَقْلِ  
وَصَوَابُ التَّفَكُّيرِ أَيْضًا. فَالْعَاقِلُ لَا يَفْكِرُ فِي النِّجَاطِ مِنَ الْقَضَاءِ  
الْمُبْرَمِ، كَمَا لَا يَفْكِرُ فِي أَنْ يَنْقُذَ مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَ  
هُوَ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ إِلَى الْجَنُونِ أَقْرَبُ وَبِالْمُجَانِبِينَ أَشْبَهَ. وَهَذَا  
عَرَضٌ لِنَاعِدَّةٍ صَوْرِيٍّ تُمَثِّلُ فَنَاءَ هَذَا الْكَوْنِ، وَهِيَ صَوْرٌ مِنْ حَوَادِثِ  
الطَّبِيعَةِ تَحْمِلُ إِلَيْنَا قَنَابِدَ يُعَا فِي مَنَظَرِهَا الرَّهِيْبُ الْخَائِفُ  
وَتَذَكِّرُنَا عِنْدَ مَطَا الْعَتَمَةِ بِجَوَالِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَمِيعًا فِي

یہ زہر ہمارے خون میں سرایت کر چکا ہے۔ تو  
 اُس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے وہ مختلف تریاق  
 استعمال کرتے اور ہر طرح ثابت کرنے کی کوشش  
 کرتے ہیں کہ موت سے ہمیں کوئی ڈر نہ ہونا چاہیئے۔  
 اس ضمن میں وہ سب سے پہلے موت کے عالمگیر اور  
 اٹل ہونے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرتے ہیں،  
 اور بتاتے ہیں کہ جب موت سے کسی طرح مفر نہیں  
 تو پھر اُس سے ڈرنا بے سود ہی نہیں بلکہ خلاف  
 عقل بھی ہے۔ جو چیز آج نہیں تو کل آنے والی ہو  
 اُس سے بھاگ کر کہاں جائیں۔

طريقها الى الانتقال أو الزوال، تُعالجُ فينا خوف الموت تنبهنا من  
غفلتنا ورفع عن أعيننا أغشية الغرور والركون الى هرة الدنيا وفتنتها.

تَحْتَ نُورِ الْأَفلاكِ عَيْشٌ جَمِيلٌ  
وَأَسْرَى النُّورِ يَنْطَفِئُ وَيَجُولُ  
وَعَلَى كَاهِلِ الْمَسَاءِ تَرَى لِلشَّمْسِ  
سِ نَعُشًا بَكَى عَلَيْهِ الْأَصِيلُ  
فِي سَنَا الْبَذْرِ لِلْكُوكَبِ أَكْفَا  
نُ تَوَارَى بِهَا الشُّعَاعُ الْخَبِيلُ  
بَيْنَ هَذِهِ الْجِبَالِ حُصُونُ  
وَإِذَا صَخْرُهَا كَشِيبٌ مَهِيلُ  
وَتَقِيْمُ الْأَمْوَاجُ فِي الْبَحْرِ أَسْرًا  
جَاوِمِينَ أَفْجَاهَا الرَّفِيعُ تَزُولُ



ہر جاندار کے لئے موت کا ایک دن مقرر ہے ، اور  
کائنات کی ہر شے کبھی نہ کبھی فنا ہوگی ۔

تیرے گردوں مقامِ دلپذیر است  
ولیکن مہر و ماہِشش زود میر است  
بدوششِ شامِ نقشِ آفتابے  
کواکبِ را کفن از ماہِستابے

پرد کھسار چوں ریگِ رواے  
دگرگوں می شود دریا بہ آئے

وَرِيَّاحُ الْحَرِيفِ تَكُمُنُ لِلزُّهْرِ  
 رِيَّافِي ثَغْرِهِ ابْتِسَامٌ كَلِيمٌ  
 ثُمَّ تَأْتِيهِ سَاعَةٌ يَذُكُّهَا الزُّهْرُ  
 رَهْشِيمًا وَقَدْ طَوَّاهُ الذَّبُولُ  
 كَيْسَ مَرَادِ الْمُسَافِرِينَ سَيُوعَى الْخَوُّ  
 فِي مَنِّ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ رَحِيلُ

مَرَبِّ لَحْنٍ فَاقِ الْبَلَابِلَ سَحَرًا  
 فِي ضَمِيرِ الْأَوْتِ ارِمَاكَ جَنِينَا  
 شَرُّ النَّاسِ قِيلَ أَنْ يَبْلُغَ الْمَهْدَ  
 نَوَاسِي تَحْتَ الرَّمَادِ دَفِينَا

گُلاں را در کمیں بادِ خزان است  
 متاعِ کار و ال از بیم جان است

---

نواشنیده در تنگِ پیروز  
 غمِ ناجسته در سنگِ پیروز

---

قَطَرَاتُ الدُّدَى عَلَى الْوَرْدِ تَجْرِي  
 لَوْلَا سَاءُ الْأَعْلَى مَرَجَانِ  
 لَمْ تَكُنْ تُسْعِدُ النَّوَاطِرَ حَتَّى  
 بَدَّ دَ الرَّيْحُ شَمْلَاهَا فِي ثَوَانِ

إِنَّ كَأْسَ الرُّدَى تَطُوفُ عَلَى الدُّدَى  
 يَا وَتُسْقَى أَبْنَاءَهَا أَجْمَعِينَ  
 وَبِلَا مَوْعِدٍ وَدُونَ انْتِظَارٍ  
 تَبْغَتْ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ  
 عَالَمُ الْكَوْنِ كُلُّهُ عَالَمُ الْحُ  
 وَالَّذِي فِيهِ مَصْرَعُ الْعَالَمِينَ

ز شبنم لاله را گوهر نماند  
دے ماند دے دیگر نماند

---

فتارا بادۂ ہرجام کردند  
چہ بے دردانہ اور اعمام کردند  
تماشا گاہِ مرگِ ناگہاں را  
جہانِ فناء و انجم نام کردند

---

وَقَدْ حَاوَلَ أَنْ يُبَدِّلَ مِنَ النُّفُوسِ إِسْتِسْلَامَهَا إِلَى  
الدُّنْيَا وَإِخْلَادَهَا إِلَى نَعِيمِهَا الزَّائِلِ، وَدَعَانَا إِلَى الْحَذَرِ مِنْهَا  
وَالْأَحْتِيَاظِ فِيهَا، فَقَدْ مَازَا هَذَا التَّشْبِيهُ الرَّائِعُ فِي هَذِهِ  
الْأَبْيَاتِ

مَثَلُ الْحَيَاةِ كَطَائِرٍ مُتَرَنِّمٍ  
غَنَى فَأَرْقَصَ حَوْلَهُ الْأَمْرُهَا  
مَا كَانَ أَغْدَابَ لَحْنِهِ لَكِنَّهُ  
كَالْحُلُمِ حَلَّقَ فِي الْفَضَاءِ وَطَارَا

لَا يَعْلَمُ الْإِنْسَانُ كَيْفَ أَتَى إِلَى  
دُنْيَا الْمَتَاعِيبِ أَوْ مَتَى يَتَرَحَّلُ

موت کے ہمہ گیر اور دنیا کے دُوروزہ ہونے  
کے لئے ذیل کے اشعار میں نفیس تشبیہیں دی ہیں:-

زندگی انسان کی ہے مانند مرغِ خوشنوا  
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چھپسایا اُٹا گیا

آہ! کیا آئے ریاضِ دہر میں ہم کیا گئے  
زندگی کی شاخ سے پھوٹے کھلے مڑھیا گئے

مَا نَحْنُ فِي الْأَكْوَانِ إِلَّا دَوْحَةٌ  
 أَوْ رَاقِعَةٌ سَاعَتًا قَلِيلٌ تَذُ بُلْ  
 يَا أَيُّهَا الْخُرُصُ ابْكِي فِي الدُّنْيَا دَمًا  
 دُنْيَاكَ لَيْسَ بِهَا لِحْيٌ مَنُزِلُ

إِنَّ الْحَيَاةَ شَرَارَةٌ لَمْ تَبْسُمْ  
 إِلَّا لَتَجْعَلْنَا لَهَا أَحْطَابًا  
 فِي عُرْسِ دُنْيَا نَا مَا تَعْمَلُ لِلرَّذَى  
 تَطْوِي شُيُوخًا فِي الْبَلَاءِ وَشَبَابًا

وَالْمَرْءُ لَمْ يَبْرَحْ أَسِيرًا حَائِرًا  
 مَا بَيْنَ سِرِّ الْأَمْسِ أَوْ لُغْزِ الْغَدِ



اے ہوس! غول روکھ سہے یہ زندگی بے اعتبار  
یہ شرارے کا تبسم، یخس آتش سوار  
(جیسا کہ حضرت ذوق نے فرمایا ہے:-)

کیا اعتبار ہستی ناپائدار کا      چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

آہ! یہ دنیا، یہ ماتم خانہ برنا و پیر  
آدمی ہے بس طلسم دوشش فردا میں امیر

إِنَّ الْحَيَاةَ عَلَى الْأَنَامِ بِخَيْلَةٍ  
 بِكَ وَابْتِهَاءٍ وَالْعَيْشُ غَيْرُ مُخْتَلِدٍ  
 الْمَوْتُ فِيهَا هَيِّئُ كَنَسِيمَهَا  
 وَالْعَيْشُ أَصْعَبُ مِنْ مَنَالِ الْفَرْقِدِ  
 اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الْمُتَفَرِّدُ بِالْبَقَاءِ، وَجَمِيعُ الْعَالَمِ لَا يُدَّ  
 أَنْ يَفْتَنِي، وَتَفْسِيرُ حُلُمِ الْمَوْتِ جَرَى فِي حَيَاةِ  
 الْمُلُوكِ وَالصَّغَالِيكِ وَالْعُظَمَاءِ وَالسُّوْقَةِ -  
 أَمَا حُلُودُ الْإِنْسَانِ فَهُوَ مِنْ تَقْدِيرِ اللَّهِ فِي  
 الْأَثَرِ، إِلَّا أَنْ هَذَا الْهَيْكَلُ التَّرَابِيُّ النَّاقِصُ  
 لَا يَبْدَأُ أَنْ يَمُوتَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ، وَلَا يُدَّ أَنْ يَمُوتَ  
 الْإِنْسَانُ مِنْ هَذَا الْعَالَمِ الْمَلُوءِ بِالْحَوَادِثِ  
 الَّتِي لَمْ تَتْرُكْ صَحْرَاءَ وَلَا مَدِينَةً، وَلَمْ

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آسان ہے موت  
گلشنِ بہتی میں مانندِ نسیمِ ارزاں ہے موت

جب یہ معلوم ہو گیا کہ غنیمِ موت کی پورسش کبھی  
ٹل نہیں سکتی، اور موت ہر شاہ و گدا کے خواب  
کی تعبیر ہے تو پھر اس کا ڈر ہی کیا اور اس سے  
بھاگ کر کہاں جائیں

اس حقیقت پر پہنچ جانے کے بعد اقبال اب  
اس راز کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں کہ خدا نے اس  
کائنات کو فانی بنایا ہی کیوں، اور انسان کو اس  
سرج و غم میں مبتلا ہونے پر مجبور کیوں کیا؟

يَنْجُ مِنْهُ بَرْوً وَأَنْجَرٌ، وَفِي ذَلِكَ يُقُولُ:-  
الرَّحْمَدُ وَالْبُرُوقُ وَالزَّلَازِلُ  
وَالْقَطُ وَالْآلَامُ وَالشَّوَابِلُ  
بَنَاتُ دُنْيَانَا الَّتِي لَا تَلِدُ  
إِلَّا مَخَوْبًا بِجَمْرٍ هَامٍ قَدْ  
فِي الْكُوْخِ وَالْقَصْرِ وَفِي الصَّخْرَاءِ  
وَالْمَدَنِ الْمَنِيعَةِ الشَّمَاءِ  
وَفِي مِرْيَاضِ الْبُلْبُلِ الرَّثِيانِ  
وَفِي تِلَالِ الْبُومِ وَالْغُرَبَانِ  
يَقْتَحِرُ الْمَوْتُ بِجَيْشِ الْقَدَائِرِ  
حَصُونُ فَخْفُونٍ وَبَطْشُ الْقَيْصَرِ

باری تعالیٰ خود غیر فانی ہے، پھر اُس کی قدرت سے کیا  
 بعید تھا کہ وہ اس دُنیا کو اور اس کے ساتھ انسان کو  
 بھی غیر فانی بناتا؟ اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ یہ  
 دُنیا اور آدمِ خاکی ابھی ناتمام ہیں، یہ پختہ اُسی وقت ہوتے  
 ہیں جب موت کی آگ میں سے ہو کر نکلے ہیں۔ موت کا  
 سوہان ہمارے اس ناتمام پیکرِ خاکی کو ہوار کرتا ہے:-

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں  
 کیسی کیسی دُستِ حیرانِ مادرِ ایام ہیں!  
 کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت  
 دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویران میں موت  
 موت ہے ہنگامہ آراستہ، غمِ خاموش میں  
 ڈوب جاتے ہیں سفینےِ شوق کی آغوش میں

موت

إِذَا رَأَيْتَ الْمَوْجَ فِي الْبَحْرِ سَكَنَ  
 فَأَمَوْتُ كَامِئِينَ إِذْ غَرَّقَ الشَّفَنُ  
 لَا نَغَمَ الْعُودِ وَلَا شَكْوَى الْحَزِينِ  
 وَلَا ابْتِسَامَ الْبَشِيرِ أَوْ دَمْعَ الْأَنِينِ  
 وَلَا امْتِشَاقَ السَّيْفِ بَيْنَ الدَّاعِينَ  
 وَلَا صَدَى التَّكْبِيرِ بَيْنَ الْهَاتِفِينَ  
 يُعِيدُ نَبْضَ الْقَلْبِ فِي الصَّدْرِ الْخَرَابَ  
 أَوْ يَرْجِعُ النَّفْسَ إِذَا حَانَ الدَّهَابُ  
 نَعْدُ هَذِهِ الصُّوَرُ الشُّعْرِيَّةُ الثَّلَاثَةُ فَحَرِّا  
 لِكُلِّ لُغَةٍ، وَنَعْمًا شَجِيًّا لِكُلِّ لِسَانٍ، فَيُصَوِّ  
 يُوَضِّحُ لَنَا أَنَّ الْأَمْرَ لَا يَبْدُ مِنْهَا لِتَحْيِضِ  
 الْإِنْسَانِيَّةِ، وَعَلَى نَيْرَانِهَا تَنْضَجُ الْأَرْوَاحُ

رعبِ نففوری ہو دنیا میں کہ شانِ قیصری  
 ٹل نہیں سکتی غنیمِ موت کی یورشِ کبھی  
 شورِ ششِ بزمِ طرب کیا، عود کی نقشِ ریر کیا  
 درویشانِ ہاں کا نالہِ شبگیر کیا  
 عرصہٴ پیکار میں ہنگامہٴ شمشیر کیا  
 خون کو گرمائے والا نعرہٴ تکبیر کیا  
 آبِ کوئی آوازِ سوتوں کو جگا سکتی نہیں  
 سینہٴ ویراں میں جانِ رفتہ آسکتی نہیں

سنج و غمِ انسانی فطرت کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں  
 کوئی نقشِ اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب  
 تک اُس کے رنگ میں خونِ جگر کی آمیزش نہ ہو  
 وہ بلبِل ہی کیا جس نے کبھی خستہ راں نہ دیکھی ہو

الْقَوِيَّةُ، وَلَا يُمَكِّنُ الْوُصُولُ إِلَى الْأَفْرَاحِ  
 إِلَّا بَعْدَ الْأَحْزَانِ، وَلَا تُنْقَشُ الْحِكْمَةُ عَلَى  
 الْقَلْبِ إِلَّا بِمَجْرُوفٍ مِنْ دَمِهِ، وَالْبُلْبُلُ  
 الَّذِي لَمْ يَعْرِفْ قِسْوَةَ الْخَرِيفِ لَا يُحْسِنُ  
 اسْتِقْبَالَ الرَّبِيعِ، وَالْأَمْرُ هِيَ الطَّرِيقُ إِلَى  
 النُّورِ، وَالذَّرَجَاتِ الْعَالِيَةِ فِي مَعْرَاجِ الْعِظَمَةِ  
 وَالَّذِي لَمْ يَعْرِفْ أَرْبَعِينَ الْمَسَاءَ، وَالْعَاشِقُ  
 الَّذِي حُرِمَ فِي هَوَاةٍ مِنْ حَسْرَةِ جَوَاهِ، وَ  
 قَاطَفُ الزَّهْرِ الَّذِي حَافِظٌ عَلَى يَدِهِ سَلِيمَةٌ  
 مِنَ الشُّوكِ، وَالَّذِي قَضَى طُولَ عُمْرِهِ فِي  
 الرِّفَاهِيَّةِ وَالثَّرْوَةِ، لَمْ يَكْدَحْ فِي تَحْصِيلِ  
 عِلْمٍ، وَلَمْ يَكِدْ فِي اقْتِنَاءِ فَنٍّ وَإِحْيَاءِ عِبَقِيَّةٍ



وہ نغمہ ہی کیا جس میں نالہ کی چاشنی نہیں غم کے  
 داغوں سے ہمارے سینے متور ہوتے ہیں اور آہوں  
 کی صیقل سے ہمارے دلوں کا رنگ دُور ہوتا ہے۔  
 جو گلچیں کانٹوں کی خلش سے بالکل ناواقف ہوں اور  
 جن عاشقوں نے کبھی ہجر کی کلفت نہ سہی ہو وہ زندگی  
 کی لذت سے محروم ہیں اور زندگی کا راز اُن کی نظروں  
 سے پوشیدہ ہے۔

غم کے اس نکتہ کو اقبال نے جن شعروں میں بیان  
 کیا ہے، وہ فلسفیانہ معنویت اور ادبی لطافت کے  
 لحاظ سے بہترین شمار کئے جا سکتے ہیں۔  
 یہ وہ شعر ہیں جو ہر زبان کے لئے مایہ ناز ہیں:-

اولئك جميعاً فحرو ومون إلى الأبد من الإحاطة  
 بكنون أسرار الحياة واستخلاص الذهب من  
 متاجمه العميقة.

يقدم لك هذه الأمثال الجميلة في هذه القصيدة  
 إن كانت الحياة خمرًا صافيًا  
 يغمرنا من رؤسنا إلى القدم  
 ففي الدُّمُوع للحياة جَدُّولٌ  
 تصفوه به النفس وتنبئت الهمم  
 إن حباب خمرة الأمال لا  
 يرقص إلا فوق أمواج الألم  
 والله في حكيمته علمنا  
 أن الشراح الصَّدر قبله "ألم"

گو سراپا کیفیت و عشرت ہے شہزادِ زندگی  
اشکاب بھی رکھتا ہے دامن میں سحابِ زندگی

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی  
ہے ”اَلَمْ“ کا سورہ بھی جزو کتابِ زندگی

(اس شعر میں ایک طرف ”اَلَمْ“ تو غم کو تعبیر کرتا ہے  
اور دوسری طرف قرآن شریف کے سورہ  
”اَلَمْ“ کی طرف اشارہ کرتا ہے)

عَوَّاصِفُ الْحَرِيفِ فِي لَيْلِ السُّهَادِ  
 عَلَّمَتِ الْبُلْبُلَ تَرْجِيْعَ النَّغْمِ  
 دَمُ الْأَمَانِي فِيهِ لِلشَّعْرِ مِدَادُ  
 وَفِي خُطُوبِ الدَّهْرِ سُفَاةُ الْحُكْمِ  
 نَشِيدُ هَذَا الْكَوْنِ يَبْدُوْنَا قِصَا  
 حَتَّى يُتِمَّ الدَّمْعُ الْحَانَ النَّشِيدُ  
 مَا أَقْطَعَ الشَّبَابُ مِنْ سُكْرِ الْهُوَى  
 إِلَّا الْأَمْسَى يُنَبِّئُهُ الْعُقْلُ الشَّرِيدُ  
 يَا رَبِّ شَاكٍ مَسَاغٍ فِي الْأَمَةِ  
 جَوَاهِرُ الْأَحْكَامِ مِنْ بَحْرِ الْأَنْدِينِ  
 قَدْ كَانَ مَقْلَ الْعُودِ فِي أَحْلاَمِهِ  
 فَأَنْقَضَتْهُ ضَرْبَاتُ الْعَايِنِ فِينِ

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں  
نغمۂ انسانیت کا مل نہیں غیر از فغاں

---

حادثاتِ غم سے ہے انساں کی فطرت کو کمال  
غازہ ہے آئینہ دل کے لئے گردِ ملال

---

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطفِ خواب سے  
سازِ یہ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

أَلَا مَنَا إِلَى الْعُلَا أَجْنَحَةٌ  
 نَعْلُو بِهَا فَوْقَ مَطَارَاتِ النُّسُورِ  
 أَلَرُّوحُ سِرِّ وَالْحَيَاةِ ظُلْمَةٌ  
 وَشُعْلَةٌ أَلَا مَرَّ الْأَسْرَاحِ نُورُ  
 فِي خَفَقَانِ الْقَلْبِ لَحْنٌ صَامِتٌ  
 لَمْ تَحْكِهِ عَلَى غُصُونِهَا الطُّيُورُ

إِنَّ الَّذِي لَمْ يَدِرْ أَنَّاتِ الْمَسَاءِ      وَلَمْ تُسَامِرْ عَيْنُهُ بِحُجْمِ السَّمَاءِ  
 وَلَمْ يُجْطِمْ جَا مَقْلِبِهِ الْأَسَى      وَلَمْ يُنْزِ ظِلًا مَرْلِيلَهُ الْبُكَاءُ  
 وَالسَّادِرُ اللَّاعِبِ طَوْلَ عُمْرِهِ      لَمْ يَسْتَمِعْ إِلَّا إِلَى عَذَابِ لُغْنَاءِ  
 وَالْعَاشِقُ الْمُحْرُومُ فِي عِرَامِهِ      مِنْ لَوْعَةِ الذِّكْرِ وَحَسْرَةِ الْجَفَاءِ

طاہرِ دل کے لئے غم شہسپہر پر وار ہے  
راز ہے انساں کا دل، غم انکشافِ راز ہے

غم نہیں، غم روح کا ایک نغمہ خاموش ہے  
جو سرودِ بربطِ ہستی سے ہم آغوش ہے

شام جس کی آشنائے نالہ "یارب" نہیں  
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں  
جس کا جامِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا  
جو سدا مستِ شرابِ عیش و عشرت ہی رہا

وَمَجْتَنِي الزُّهْرُ الَّذِي لَمْ تَخْتَضِبْ      يَدَاةُ فِي الشُّوْكِ بِمُحَرَّةِ الدِّمَاءِ  
 جَمِيعُ هَوْلَاءِ مَهْمَا سَعِدُوا      مِنْ نِعَمِ الدُّنْيَا بِأَمْنٍ وَرَخَاءِ  
 فَإِنَّ أَسْرَارَ الْحَيَاةِ تَخْتَفِي      عَنْهُمْ وَهُمْ عَنْهَا دَوَامًا فِي خِفَاءِ  
 وَإِنَّهُ لِيَمْلِكُكَ الْعُجْبُ إِذَا رَأَيْتَ الشُّعْرَاءَ جَمِيعًا فِي نَاحِيَةٍ  
 وَإِقْبَالًا وَحَدَهُ فِي نَاحِيَةٍ أُخْرَى فَهَمِي تَخَنُّونَ بِالْوَصَالِ  
 وَيَذُمُّونَ الْفِرَاقَ، وَيَتَبَرَّمُونَ بِالْأَسْفَارِ وَيَحْدُونَ الْإِقَامَةَ  
 الْهَانِئَةَ، بَيْنَمَا هُوَ مَحِيطُ الرُّحْلَةِ وَالتَّجْوَالِ وَيَطْرِبُ لِدَمْدَمَةِ  
 الرَّعُودِ وَأَزِيرِ الْأَمْوَاجِ فَيَقُولُ،

الْوَصْلُ فِي الْحُبِّ غَالٍ      وَفِيْمَةُ الْهَجْرِ أَعْلَى  
 الْوَصْلُ حُلُوٌّ وَلَكِنْ      عَوَاقِبُ الْهَجْرِ أَمْحَلُ  
 فِي الْقُرْبِ مَوْتُ الْأَمَانِي      وَالْعَيْشُ فِيهِ فَنَاءُ  
 وَالْبُعْدُ فِيهِ حَيَاةٌ      يَدُّ كِي ضِيَاهَا الرَّجَاءُ



ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے  
 عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے  
 کلفتِ غم گرچہ اس کے روزِ شب سے دور ہے  
 زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

پس جس طرح شبنم کی رفعت مذاقِ رم سے ہے اسی طرح انسان کی  
 فطرت کی بلندی نوائے غم سے ہے۔

علامہ اقبالؒ بار بار یہی سکھاتے ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں  
 ہمیشہ حضر سے بڑھکر سفر میں لذت ملتی ہے اور وصل سے بڑھکر فراق میں  
 چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں :-

عالم سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق  
 وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذتِ طلب

إِنَّ إِتْقَادَ الْأَمَانِي وَحُسْنَ شَدِّ الطُّيُورِ  
 وَضَجَّةَ الْخَلْقِ سَعِيًّا فِي الْعَالَمِ الْمُعْمُورِ  
 وَالشُّعْبِ حِينَ تَرَاهَا تَسْقَى الرَّبَّاءَ وَالْيَبَابِ  
 وَالْمَوْجِ فِي الْبَحْرِ يَغْلُو حَتَّى يَفُوقَ الْهَضَابِ  
 وَكُلَّ مَا فِي الْبَرَاءِيَا مِنْ رَوْعَةٍ وَجَلَالِ  
 كَوْلَايِدِ الْهَجْرِ فِيهِ لَمْ يَزِدْ هَرَبًا جَمَالِ

مُحَمَّدٌ ثَنَا "إِقْبَالَ" عَنْ الظَّوَاهِرِ الْكُونِيَّةِ بِلُغَةٍ سَاحِرَةٍ، وَيُبَيِّنُ  
 لَنَا مِرَآئًا أَنَّ الرَّبَّيعَ لَا تَتَفَتَّحُ أَزْهَارُهُ، وَلَا تَنْضُرُ أَغْصَانُهُ، وَلَا  
 يَبْدُو كُلُّ ذَلِكَ جَمِيلًا فِي الْحَدَائِقِ إِلَّا عِنْدَ مَا تَتَسَاقَطُ كُلُّ  
 الْأَوْرَاقِ بِعَوَاصِفِ الْخَرِيفِ، وَتَبْدُو الطَّبِيعَةُ جَافَّةً صَامِتَةً  
 نَائِمَةً حَتَّى يُوقِظَهَا ذَلِكَ الرَّبَّيعُ بِتَغْرِيدِ أَطْيَارِهِ، كَمَا مَرَّ فِي  
 الصُّورِ السَّابِقَةِ، فَيَقُولُ لَنَا إِنَّ ظَوَاهِرَ الْحَيَاةِ تُعْطِينَا دَرْسًا

گرمی آرزو و فراق، شورشِ ہائے وہو و فراق  
موج کی جستجو و فراق، قطرہ کی آبرو و فراق

---

غرض اسی طرح وہ سمجھاتے ہیں کہ موت ہو یا سنج  
و غم، اُن کی شکایت کے لئے ہماری زبان نہیں کھُل  
سکتی۔ کیونکہ اس گلستاں میں نئے سرے سے بہار  
آنے کے لئے ضروری ہے کہ خزاں نے اُس کے  
پھولوں اور پھلوں کو پا مال کیا ہو۔  
غم کی حقیقت کو آشکار کر دینے کے بعد وہ بتاتے ہیں

بَلِيغًا، فَلَيْسَ الْمَوْتُ الْغَرْوُّ بِالشَّمْسِ لِرُوحٍ، كَمَا تَسْطَعُ بَعْدَ  
ذَلِكَ فِي صُبْحِ الْخُلُودِ الَّذِي لَا قَتَاءَ بَعْدَهُ .

يَزْعَمُ الْجَاهِلُونَ أَنَّ الْمَنَائِمَا	مَغْرِبُ فِيهِ لِلْحَيَاةِ انْقِصَاءُ
أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى الشَّمْسِ يَبْدُو	نُورُهَا بَعْدَ طَوَاها الْمَسَاءُ
تَغْرِبُ النَّفْسُ ثُمَّ يَشْرِقُ صَبْحُ	فِيهِ لِلنَّفْسِ بِالْخُلُودِ انْقِصَاءُ

(١)

عند ما أريدُ بناءَ مُسْتَشْفَى فِي الْحِجَازِ أَرَادَ إِقْبَالَ أَن  
يَقْدُمَ إِلَيْنَا مِنْ سِحْرِهِ بَلَسْمًا يُهَوِّنُ صَدَمَةَ الْمَوْتِ وَيُوضِّحُ  
أَنَّ الْمَرْءَ بَعْدَ اجْتِيَازِ تِلْكَ الْمَرْحَلَةِ يَحْيِي حَيَاةً هَانِيَةً  
لَا يَحْيِيهَا الْخَضِرُ فِي عُمْرِهِ الطَّوِيلِ . ثُمَّ يَهَيِّؤُنَ احْتِمَالَ لَصْدَمَةِ  
الْأَخِيرَةِ بِعِبَارَاتٍ سَمَا فِيهَا خِيَالُهُ وَتَصْوِيرُهُ .

کہ ظاہر پرست انسان جس کو موت کہتے ہیں، وہ  
در اصل فنا نہیں بلکہ آئندہ زندگی کا پیش خیمہ ہے  
لوگ جس کو زندگی کی شام سمجھتے ہیں، وہ دراصل  
اس کی دائمی صبح ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی  
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

— ( ۱ ) —

موت کی منزل سے گزرنے کے بعد انسان کو وہ  
زندگی حاصل ہوتی ہے، جو خضر کو اپنی عمر دراز میں  
نصیب نہیں۔ چنانچہ جو لوگ حجاز میں ایک دواخانہ قائم  
کرنے کے سلسلے میں ان کے پاس جاتے ہیں انہیں  
یہ جواب ملتا ہے:

يَا أَسَاةَ الْحِجَازِ هَلَّا عَلِمْتُمْ<sup>(١)</sup>      أَنْ بُرَّةَ الْحَيَاةِ أَرْضُ الْحِجَازِ  
إِنْ سِرَّ الْحَيَاةِ تَكُنْ فِي الْمَوْتِ      تَفْتَحُكَ حَقِيقَةُ فِي فَحْبَارِ

قَرَحُ الْمُؤْمِنِينَ فِي سَكْرَةِ الْمَوْتِ      تَبْقُرُ الْمُهْمِينَ الْمُتَعَالِي  
هُوَ أَشْمَى مِنْ عَيْشَةِ الْخَضِرِ فِي لَدُنْكَ      يَأْطُو الدَّهْورَ وَالْأَجْيَالِ

لِمَرْجِعَتِكُمُ الْأَمْوَرِ مَرَّتَيْنِ بِبُرَّةِ      إِنَّ إِمَامًا نَهَضَ رَيْدًا وَبَى الْحَيَاةِ  
وَالَّذِي ذَاقَ مِنْ يَدِ الْعَوِيِّ كَأَسَا      لَيْسَ يَخْتَاجُ لِلدَّوَاءِ مَسِيحًا

كُلُّ كَوْنٍ أَبَدٌ أَيْدِي الْمَلَايِكَةِ      أَعْرَفُ قُوَّةِ لَيْسَ قُوَّةِ جَبَدِيدَا  
يَهْدُمُ الْبَيْتَ بَعْدَ حِينَ لَيْبَتِي      مَنُزِلًا عَالِيًا وَقَصْرًا مُنِيبَا

میں نے کہا کہ موت کے پروٹیس ہے حیات  
 پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت ہے  
 تلخ سا بہ اجل میں جو عاشق ابرس گیا  
 پایا نہ خضر نے دیکھتا ہے دورا زمین  
 اوروں کو دیں غمناکوں کو سب غمناکی  
 میں موت ڈھونڈتا رہا ہے یہ نہیں  
 آئے ہیں آپ .....  
 رکھتے ہیں اہل دنیا .....

چوں جہاں کشمکش ہے .....  
 وز جہاں آب و گل را چیدہ .....

فِي أَحْوَالٍ عَدِيدَةٍ وَأَسَالِيبٍ مُخْتَلِفَةٍ يَبِينُ شَاعِرُنَا  
 أَنَّ الْحَيَاةَ تَخْتَفِي ضَعِيفَةً لَتُظْهِرَ قُوَّةً، فَلَاخُوفٍ مِنْ ذَهَابِ  
 شَيْءٍ لِأَنَّهُ سَيُظْهِرُ بَصُورَةً أَجْمَلَ وَأَحْسَنَ، كَمَا مَرَّ فِي الصُّورَةِ  
 السَّابِقَةِ؛ وَفِي هَذِهِ الْقِطْعَةِ يَتَحَدَّثُ لَنَا عَنْ تَزَلُّزِ الْحَيَاةِ  
 وَاضْطِرَابِهَا الدَّائِمِ لِيُزِيدَنَا يَقِينًا بِهَا: -

فِي خِصَمِ الْحَيَاةِ يَضْطَرِبُ الْمَوْجُ	وَلَا يَسْتَقِرُّ فِي أَمٍّ حَالٍ
تَوَارِكُ الْحَيَاةُ فِي الْكَوْنِ بَادٍ	كُلُّ شَيْءٍ بِهِ تَرَاهِينَ انْتِقَالَ
كُلُّ ذَرَّاتِ هَذِهِ الْأَرْضِ دَوَّامًا	فِي احْتِدَامٍ وَتَوَرَّةٍ وَاشْتِعَالٍ
لَا يَغْمُرُكَ فِي الْجِبَالِ سَكُونٌ	قَدْ يَجِيئُ السَّكُونُ بِالزَّلْزَالِ

لَيْسَ ذَاكَ لَثَابَتٌ فِي لَفَاكٍ لَدَا	عُرِّ الْأَمْنِ حُدُوعَةُ الْأَنْظَارِ
لَا تَقِفُ فِي الْمَسِيرِ فَا فِئْلَةُ الْكُوْنِ	وَلَا تَنْتَهِي مِنَ الْأُسْفَارِ



متعدد درجہ اور مختلف پیرایوں میں اقبالؒ اس حقیقت کو ہمارے  
ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی بے ثباتی ایک سطحی منظر ہے جس کی  
تو میں وہی زندگی کی روح کا رفرما ہے

نقشِ حیات ہر مرتبہ مٹنے کے بعد ایک نئی شان سے ابھرتا ہے  
فنا اور عدم کی اس کثرت میں صرف زندگی کی وحدت جلوہ گر ہے:-

وَمَا دُمُّ رَوَاں سَهْ یَمِ زَندَگی  
ہر اک شے سے پیدا ہر زندگی  
فریبِ نظر ہے سکون و ثبات  
تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود  
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود

عَالَمٌ دَائِمٌ التَّجْدِيدِ مَوَارِدُ  
لَا يَمَلُّ التَّغْيِيرَ الْأَخْسَرُونَ  
يُحْصَى لَيْسَ فِي الطَّرِيقِ بَوَانِ  
لَيْسَ يَدْرِي مَا لَذَّةُ الطَّيْرِ

الْحَيَاةُ أَلْبَعَاثُ وَتَجْدِيدُ بَوَانِ  
يَقُطِفُ الزَّهْرُ فِي الْفُرُجِ وَتَنْتَبِهُ  
بِمَهْ وَالْعَرْمُ مَا ضِيَاءُ الْبُكُورِ  
فَوْقَ تِلْكَ الْفُرُجِ تَنْمُو زَهْرٌ

”إِقْبَالَ“ يَعْرِفُ هَذَا الْحَقِيقَةَ، وَيَخْلُقُ لَهَا مِنَ الطَّبِيعَةِ  
أَجْمَلَ الشُّؤْمِ وَأَكْمَلَ

بَنُورِ الْأَمَلِ الْمَشْرِقِ، وَتَنْتَبِهُ لِهَذِهِ الْأَبْرَارِ بِرَدِّقَةٍ هَذِهِ الْمَعَانِي  
مُتَجَلِّيةً، تَنْتَبِهُ لِهَذِهِ الْأَبْرَارِ بِرَدِّقَةٍ هَذِهِ الْمَعَانِي

وَمِنْ مَتَّحِينَ إِلَى  
ظِلَا مِرْجَانٍ إِلَى مِرْجَانٍ

فَنَاءَ حَيَاتٍ تَأْخِذُ بِهَا  
فَنَاءَ حَيَاتٍ تَأْخِذُ بِهَا

الچھ کر سلیجنے میں لذتِ اُسے  
تڑپنے، پھڑکنے میں راحتِ اُسے

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی      فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی  
گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی ہے      اسی شاخ سے پھوٹتے بھی ہے  
اقبالؒ اس نکتے سے اچھی طرح واقف ہیں اور متعدد و جدا تفسیریں  
تشبیہوں کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں کہ ہر جامِ فنا میں شرابِ زندگی کی  
مستی بھری ہوئی ہے۔ وہ ایک ستارہ کے ٹٹمانے کو کانپنے سے تعبیر  
کرتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھے قمر کا خوف ہے یا سحر کا خطرہ  
لگا ہوا ہے، تو جو یہ تمام رات کانپتے ہوئے گزارتا ہے، تو شاید تجھے مالِ حسن  
کی خبر مل گئی ہے کہ جب چاند نکلے گا یا سحر ہوگی تو تیری مستی نابود ہو جائیگی  
پھر اس چکنے والے مسافر کو سمجھاتے ہیں کہ اس دنیا کا آئین یہی ہے۔ کئی

ويقول المسافر في رحلة الدنيا إن موت البراعم  
حياة للزهور:

فناء ملائكة النجوم مبشِّر  
بأنوار شمس في السموات تولد  
ونوم الردي سكر سيعقب نشوة  
بجمر حياة في الخلود مجد

وتوديع أيام البراعم مؤذن  
بخلق الزهور الباهيات جمالا  
ومصنع هذا الكون بالخلق أثر  
فاني أرى فيه السكون محالا  
وليس سوى التغيير في الكون ثابت  
يغير محالا ثم ينشئ حازا

سبق لنا أن تحدثنا إقبال في صور مختلفة عن حدود

الحياة الانسانية؛ والآن تأمل الى النهر الذي يتحد من  
الفهم المرتفعة في ملاءته البيضاء؛ مما يبطا سلاسل الفضة  
مرسلا من خربة نغما شجيا. يتعلم منه البطل تجميع الحانه  
حتى اذا هبط الى الشفوح والوديان تفرقت قطرات كما يتفرق

کی موت میں پھول کی آفرینش کا راز پوشیدہ ہے اور لاکھوں ستاروں کے فنا  
ہونے سے ایک آفتاب کی ولادت واقع ہوتی ہے۔ ۵

اجل ہے لاکھوں ستاروں کی اک ولادت مہر  
فنا کی نیندے زندگی کی مستی ہے

وداع غنچہ میں ہے راز آفرینش گل

عدم عدم ہے کہ آئینہ دار ہستی ہے

سکون محال ہے قدرت کے کارخانہ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں

ایک ندی کو دیکھئے جب اُس کی چادر پہاڑ کی بلندی سے وادی

کی چٹانوں پر گرتی ہے تو بظاہر اُس کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور پانی کی

مسلسل رو کی بجائے آبشار کے قریب بکھری ہوئی بوندوں کی ایک دُنیا

نظر آتی ہے لیکن آبشار سے تھوڑی دُور آگے وادی میں بڑھیں تو

پھر وہی ندی بہتی ہوئی دکھائی دیتی ہے

الْأُلُوفُ، وَكَأَنَّكَ لَا تَرَى الْآنَ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ السَّلْسَالِ شَيْئًا  
فَإِذَا سِرْتَ قَلِيلًا بَعْدَ ذَلِكَ بَيْنَ الرِّمَالِ سَأَلْتُ النَّهْرَ مُتَجَلِّيًا  
فِي حُلَاةِ الْفِضِيَّةِ رَسْمِي مِنْ حَوْلِهِ الْغَابَاتِ وَالْأَعْشَابِ،  
كَذَلِكَ نَهْرُ الْحَيَاةِ يَهْبِطُ مِنْ سَمَائِهِمَا ثُمَّ يَغْتَابُ حِينًا لِيُظْهِرَ  
مَتَسْقَاتِي هَجْرِي الْخُلُودِ.

وَيَقْدِرُ مَا نَاهُذِهِ الصُّورَةُ الْأَيُّقَةُ :-

مِنْ رُؤُوسِ الْجِبَالِ يَخْدِرُ الْمَنْهَدُ	مِنْ طُرُوبِ الْأَمْوَاجِ عَذَابُ الْغَمَانِ
يَنْقُلُ لَطِيرُ عَنَّةٍ بَيْنَ الرُّوَابِي	مَا يَبْدُو الْغُصُونُ مِنْ الْخَانِ
كَحُدُودِ الْخُورِ الْجَسَانِ تَرَاهُ	فِي صَفَاءِ الْبُلُوِّ مَحَلُّوا السُّفَرِ
تَمَّ تَمَّ صَنَى تِلْكَ الْبِنَاءُ ضِيَاعًا	فِي تِلَالٍ مَشْهُورَةٍ وَصَحُورِ
قَطْرَاتٍ مِنْ الْيَمِينِ طَوَّافًا	فِي تَنَائِي الرِّمَالِ أَيْدِي الْفِرَاقِ
تَمَّ تَجَرَّعِي بِهَا الْبِنَاءُ بَيْعٌ فِي لَمَرٍ	مِنْ مَحْطَلِ بَعْدِ التَّوْبَى بِالتَّلَاقِ

زندگی کی نہر بھی اسی طرح رواں ہے جس پر ان انسانی  
 حادثات کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

ا آتی ہے ندی جبین کوہ سے گاتی ہوئی  
 آسماں کے طائروں کو نغمہ کھلاتی ہوئی

آنہ روشن ہے اس کا صورتِ رخسارِ خور  
 گر کے وادی کی چٹانوں پر یہ ہو جاتا ہے چور  
 جوئے سیلابِ رواں نپٹ کر پریشاں ہو گئی  
 مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہو گئی

فَإِذَا النُّهْرُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي      فَبَحْرَاهُ يَحْيَى الرَّهْوَورَ وَالْأَعْنََابَا  
فِيضُهُ تَنْبُتُ الزُّهْرُ فِي الْأَرْضِ      صِنْ وَتَسْقِي النَّخِيلَ وَالْأَعْنََابَا

وَحَيَاةُ الْإِنْسَانِ تَهْرَسَمَا وَيُحْيَا      تَوَالَتْ بِسِيرِهِ الْأَوْشَادُ  
كُلُّ غَاظٍ مَأْوَاهُ عَادَ قِيَا      ضَا فَمَا يَنْقُضِي لَهُ مُتَيَّارُ

شُعْلَةُ النَّفْسِ لَا تَحْبِرُ قَادًا      ضَوْوُهَا خَالِدٌ عَلَى الْأَرْضِ قَانِ  
كُلُّ شَيْءٍ يَمُضِي وَكُلُّ حَيَاةٍ      تَنْقُضِي غَيْرُ جَوْهَرِ الْإِنْسَانِ  
وَيُطَالِعُنَا "إِقْبَال" بِرَهَانٍ عَمِيقٍ يَجْمَعُنَا عَلَى الْإِذْعَانِ وَالتَّصَدِيقِ  
وَيَزِيدُ الْإِيمَانَ فِي أَنْفُسِنَا جَلَاءً وَوُضُوحًا، وَذَلِكَ أَنَّ الْحَرَصَ  
عَلَى الْحَيَاةِ وَتَنَاسُخِ الْبَقَاءِ مُرَكِّزٌ فِي جَمِيعِ طَبَاعِ الْأَحْيَاءِ، وَمُسْتَقَرٌّ  
فِي غَرَائِزِ الْكَائِنَاتِ، وَكَأَنَّ الْقُدْرَةَ بِذَلِكَ نَقَشَتْ سِرَّ الْخَلْقِ



ہجران قطروں کو لیکن وصل کی تسلیم ہے  
دو قدم پر پھر وہی جو مثل تارِ سیم ہے

ایک اصلیت میں ہے نہروانِ زندگی  
گر کے رفت سے ہجومِ نوحِ انساں بن گئی

جو ہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں  
زندگی کی آگ کا انجم خاکستر نہیں لڑٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں  
حفظِ زندگی کی خواہش ہر جاندار کی نصرت میں دیتا کردی گئی  
ہے، اور کش مکشِ حیات دنیا کا عام اصول ہے، اس سے معلوم ہوا  
کہ خود قدرت کو بھی زندگی بہت محبوب ہے پس اگر موت کے ہاتھ  
سے نقشِ حیات مٹ گئے تو قدرت اس کو کتنا رنج پہنچا

في حب الحياة. وعموم الموت وشموله يد لنا على أنه لا يؤثر في حقيقة الوجود، وأنه لا يزيد عن كونه أمراً عرضياً كالنوم الذي لا يؤثر في حيوية النائم؛ وإلى هذا المعنى يشير بقوله:

يُرْاحِلُ الْخُلُودُ جَرَى مَعَ الدِّمِ فِي الْعُرُوقِ      قِ وَخَالَطَ الْأَمْوَاحَ وَالْأَحْيَاءُ  
 كَمْ حِينًا الرَّحْمَنُ فِي الدُّنْيَا سَدَى      وَهُوَ الْحَلِيمُ مَشِيئَةً وَقَضَاءُ  
 لَمَّا رَأَيْتُ الْمَوْتَ يَشْمَلُنَا عَلِمْتُ      سَ بِأَنَّهُ لَنْ يَسْتَحِيلَ فَنَاءُ  
 أَمَوْتُ مِثْلَ النَّوْمِ يَبْدَأُ سَكْرَةً      وَلِعُودُ حَتَّى إِذَا مِتُّ أَبْقَاءُ

في علوم الطبيعة لا توجد قيمة خاصة للحياة الإنسانية وليس للإنسان شأن خاص في هذه الكائنات، ولكن الذين يعلمون أنه أشرف المخلوقات بل إن هذه الكائنات خلقت لأجله. وإذا كان هذا صحيحاً فما ملأوا إلى تلك النجوم التي تزين منذ ملايين السنين، والتي تعجز العقول دون حساب

عام نہ کر دیتی۔ موت کا اس طرح عالمگیر اور ارزاں ہونا ہی  
خود اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فطرت ہستی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو  
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو  
ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں  
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

سائنس میں انسان کی ایک نہایت ہی معمولی ہستی ہے جس کی  
اس کائنات میں کوئی بڑی اہمیت نہیں۔ لیکن مذہب یہ سکھاتا ہے کہ  
انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ ساری کائنات اسی کے لئے پیدا  
کی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان ستاروں پر غور کیجئے جو کروڑوں برس  
سے منور ہیں، جن کی عمر کا حساب لگاتے ہوئے ہماری عقل حکم دیتی ہے

اعمارها، فلنوازنها بالإنسان الذي هو أبعد نظراً من النجوم  
ومما وراء الأفلاك. وليست السماء في سعة فطرته إلا نقطة  
ومقصد حياته أعلى من مقامات الملائكة، ومن أنفاسه يتجلى  
النور في محافل القدرة، وقد تحمل الأمانة التي عرّضت على  
السموات والأرض والجبال فأبين أن يحملنها وأشفقن منها.  
فهل تحيا هذه النجوم كل هذا العمر الطويل، والإنسان الذي  
يساويها يقلامه ظفره يفنى في لحظة ... ؟ وهل هو أقل  
من هذه الذرات اللامعة حتى تبقى هي في معانيها ثم يمضي  
ضوءه في لحظة ... ؟

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ	الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ لَكَ
ضِيَاءُكَ الْقُدْسِيُّ أَعْدُ	لِي مِنْ شَرَارَاتِ الْفَلَائِكِ
مَا جِئْتَ فِي الدُّنْيَا لِتَفْ	مَنَى وَهِيَ بِالْخُلْدِ تَدُومُ

ان کا مقابلہ انسان سے کیجئے جس کی نظر ان ستاروں سے بھی آگے  
 ہمیشہ ماورائے افلاک پر رہتی ہے، جس کی وسعت فطرت میں آسمان  
 ایک نقطہ سے زیادہ نہیں، جس کی زندگی کا مقصد فرشتوں سے بھی زیادہ  
 پاکیزہ ہے، جس کے دم سے محفل قدرت میں روشنی ہے، جس نے اس  
 بار امانت کو اٹھایا جس کے متحمل زمین اور آسمان بھی نہیں ہو سکے۔

اگر ستاروں کی زندگی اس قدر طویل ہے تو انسان جس کا  
 ناخن ساز ہستی کو چھیڑتا ہے کیا وہ ایک خطہ میں فنا ہو جائے گا؟  
 کیا وہ ان چکدار ذروں سے بھی کم قیمت ہے کہ ستارے تو اتنے  
 عرصہ تک چمکتے رہیں اور انسان کی ہستی ایک لمحہ میں فنا ہو جائے  
 شعلہ یہ کمتر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا؟  
 کم بہا ہے آفتاب اپنے ستاروں سے بھی کیا؟

هَلْ تُصْبِحُ الشَّمْسُ أَقْلًا      قِيَمَةً مِنَ الْجَسَدِ  
 تَأْتِلُوا إِلَى حَقِيقَةِ الْبَدَنِ عِنْدَ مَا غَطِيَتْ بِتُرَابِ الْأَرْضِ  
 لَمْ تَضْمَحَلْ تَحْتَ الثَّرَى وَلَمْ يَنْضِبْ عَيْنٌ سَمِيوِيَّتَهَا وَهِيَ  
 دَفِينَةٌ فِي تُرَابِهَا بَلْ كَانَتْ فِي تَفَاعِلِهَا مُضْطَرِبَةً لِلنُّشُوءِ  
 وَالنَّمَاءِ، وَشَعْلَةُ الْحَيَاةِ الْمُسْتَوْرَةِ فِي وَجُودِهَا لَمْ تَنْطَفِئْ  
 مِنْ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ، بَلْ نَمَتْ تَرَعْرَعَتْ وَتَفَقَّطَتْ أَكْثَامُهَا  
 بِالزُّهُورِ الْبَاسِمَاتِ عَنْ أَجْمَلِ الْأَلْوَانِ وَعَطَرَ النَّسِيمِ، حَتَّى  
 أَوْحَتْ إِلَى نَفْسِ الشَّاعِرِ هَذِهِ الْأَبْيَاتُ :-

لَقَدْ دَفَنُوا فِي التُّرَابِ الْبُذُورَ  
 فَلَمْ تَقْنِ فِي حُجْدِهَا الْهَامِدِ  
 وَلَمْ تَنْطَفِئْ نَارُهَا فِي الْحَيَاةِ  
 عَلَى طُولِ مَرُوقِدِهَا الْبَسَائِرِ

پھول کے ایک بیج کی حقیقت پر غور کیجئے، اس کو مٹی میں دبا دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ سرورئی مرقد سے افسردہ نہیں ہوتا خاک میں دبنے کے بعد بھی اُس کا سوز گم نہیں ہو جاتا۔ زیرِ خاک بھی وہ نشوونما کے واسطے بے تاب رہتا ہے۔ اس کی ہستی میں زندگی کا جو شعلہ پہاں ہے، وہ مٹی کے اس انبار سے نہیں دب سکتا خود نمائی، اور خود افزائی کے لئے وہ یہاں تک مجبور ہے کہ آخر کار بیج کا یہ دانہ گل کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے:

تخم گل کی آنکھ زیرِ خاک بھی بخواب ہے

کس قدر نشوونما کے واسطے بیتاب ہے

زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے

خود نمائی، خود افزائی کے لئے مجبور ہے

سرورئی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں      خاک میں دب کر بھی اپنا سوز گم ہو سکتا نہیں

لَقَدْ نَشَجَتْ لِلْحَيَاةِ الْقَبَاءَ  
وَصَاغَتْ مِنَ الزَّهْرِ أَبْهَى حِلَاةً  
نَمَى عُصْنُهَا نَازِهاً وَاسْتَفَادَتْ  
مِنَ الْمَوْتِ تَجْدِيدَ ذَوْقِ الْحَيَاةِ

الشاعر الواحد يُعَبِّرُ عن المعنى الواحد بأساليب  
مُخْتَلِفَةٍ، وَلَا ضَرَّ عَلَيْهِ من تكرر المعنى الذي يَفُتَنُ له في تجديد  
الحلّة وتجميل الأسلوب؛ وهذا هو شأن "إقبال". فقد عبّر لنا  
عن مساء الموت وصُبح الخلود في الصُّور السابقة، ثم يعيد هذا  
المعنى في ثوب آخر حين يعرض علينا الصُّبح مُقبلاً في حُلَّتِهِ  
الباهرة يُوقِظُ العالمَ لاستقبال الحياة بنشوة وأمل ومما الموت إلا  
صورة لهذا المشهد الطبيعي. وهالك هذه الأبيات؛

حِينَما يَسْفِرُ الصُّبْحُ سَدَّيَا      ناصِعًا في مَوَالِكِ الإِشْرَاقِ



پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ  
 موت سے گویا بقائے زندگی پاتا ہے یہ  
 موت تجدید مذاقِ زندگی کا نام ہے  
 خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

رات کے وقت ساری کائنات اس طرح مراقبے میں ہوتی ہے  
 کہ معلوم ہوتا ہے ہر چیز پر موت کا جادو چل گیا ہے۔ لیکن جب صبح  
 ہوتی ہے تو اس دنیا کا ذرہ ذرہ نئی زندگی لئے ہوئے بیدار ہوتا ہے  
 پس اگر ہر شام کے بعد صبح کا ہونا لازمی ہے تو پھر ہماری شبِ عدم  
 کی صبح کیوں نہ ہو؟

کس قدر روح پرور اشعار ہیں : —

پردہ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح  
 دلغِ شب کا دامنِ آفاق سے دھوتی ہے صبح

تَغِيْلُ النُّورِ فِي مَشَارِقِ أَدْرَا      نَ الدِّيَا جِي عَنْ حُلَّةِ الْأَفَاقِ

وَيَطِيرُ الْكَرْمَى وَيَنْبُتُ الْعُشَّةُ      بٌ وَتَصْحُو عِزَّ الْمِرْكَائِنَاتِ  
وَيَهْبُ الْأَحْيَاءُ فِي لَبْرِ وَالْبَحْ      رٍ لِيَسْتَقْبِلُوا عُرُوسَ الْحَيَاتِ

وَإِذَا كَانَ لِلْخَلَائِقِ نَامُوسٌ      سٌ يُرِينَا الصَّبَاحَ بَعْدَ الْمُسَاءِ  
فَكَذَاتُ هَبِّ الْحَيَاةِ وَلَكِنْ      بَعْدَ لَيْلِ الْحَمَامِ صُبْحُ الْبَقَاءِ  
لَيْسَتْ حَلَقَاتُ الْحَيَاةِ الْإِنْسَانِيَّةِ ضَيِّقَةً إِلَى حَدٍّ أَنْ تَرْتَبِطَ  
بِالْهَيْكَلِ النَّارِيِّ وَجُودًا وَعَدَمًا - الدُّنْيَا أَوَّلُ الْمَنَازِلِ وَلَيْسَتْ  
آخِرَهَا - هَذِهِ الْقَبَّةُ الزَّرْقَاءُ لَيْسَتْ نِهَايَةً وَجُودَنَا وَلَيْسَ الْجِسْمُ  
إِلَّا وَكُرَّ هَذِهِ الْأَسْرَاجُ؛ فَإِذَا هَبَّ الْوَكْرُ يُخْلَقُ وَكُرٌّ آخَرُ هَذَا  
هُوَ عَمَلُ الْفِطْرَةِ الَّتِي لَا تَقْبِدُ بِسِلْسِلَتَيْ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

خفتگانِ لالہ زار و کوہسار و رودبار  
ہوتے ہیں آخر عروسی زندگی سے ہم کنار

یہ اگر آئینِ مہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح  
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہوا انجام صبح  
انسان کا جلقہٴ فکر اس قدر تنگ نہیں کہ وہ اس حجمِ خاکی کو  
ہماری حقیقی مہستی کے لئے ناگزیر سمجھے۔ یہ نورِ فطرت ہر شیشہ میں اسی طرح  
جلوہ گر ہے۔ اس دنیا میں ہمارا کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ تو عشق کی پہلی  
منزل ہے، اس سے آگے ابھی بہت سی منزلیں طے کرنی ہیں۔

وَقَدْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَذَا الْعَمَلِ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ  
وَبَيَّنَ أَنَّ الْمُسْلِمَ عَظِيمُ الشَّانِ فِي الْخُلُودِ وَأَنَّهُ أَقْوَى وَأَعْظَمُ  
مِنْ هَذَا الْكَوْنِ الْمَحْدُودِ

(١) فَوْقَ السَّمَاءِ أَيُّهَا الْ  
مُحَرَّرُ سَمَوَاتٍ أُخْرَى  
وَفَوْقَ هَذَا الْمَجْدِ فِي  
دُنْيَاكَ مَجْدٌ مُنْتَظَرٌ

بَعْدَ الْحَيَاةِ أَيُّهَا الْ  
مُسْلِمُ تَبْدَأُ الْحَيَاةَ  
صَانِعُ دُنْيَاكَ وَأَخُ  
رَاكَ مَعَاهُمْ أَلَيْسَ لَهُ

(٢) إِنَّ الْبِرَّ أَيْ دُونَ  
بِهَا الْفَضَاءُ حَافِلٌ

لَمْ تَنْقَطِعْ مِنَ الطَّرِيقِ  
فِي هَذِهِ الْقَوَافِلِ

(٣) وَكَمْ وَرَاءَ عَالَمٍ  
أَكْوَانٍ مِنْ عَوَالِمِ

فَلَا تَضَعْ حَدًّا لِمَا  
فِي النَّفْسِ مِنْ عَزَائِمِ

كُلِّ الَّذِي تَعْرِفُهُ  
لَيْسَ نِهَابَةَ الْوُجُودِ

ذیل کی نظم زبان اور خیالات کے لحاظ سے تخلیقی آرٹ کی ایک  
بہترین مثال ہے :-

————— ( ۱ ) —————

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں  
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

————— ۲ —————

رہتی زندگی سے نہیں یہ فضا میں  
یہاں سیکڑوں کارواں اور بھی ہیں  
تقاعد نہ کرے عالم رنگ و بو پر  
چمن اور بچی آسمان اور بھی ہیں

فَكَمْ تَوَارَتْ مُدُنٌ وَرَاءَ هَذِهِ الْحُدُودِ

(٤) إِنْ هَدِمَ الْعُشُّ فِيهِ الْ

طَرِيقَ الْخُلُودِ مَوْمِنًا

(٥) فَبَعْدَ هَذَا الظِّلِّ يَا

وَجَنَّةٌ أُخْرَى يَطِئُ

(٦) اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لَا

فَاطْلُبُ مَقَامًا لِلْعَمَلِ

فَوْقَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ

تَذْهَبُ الْأَفْرَادُ وَيَبْقَى النَّسْلُ وَالْأُمَّةُ. ويجب على المسلمين

أَنْ يَذْكُرُوا أَنَّ بَقَاءَهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا ضَرُورِيٌّ لِتَكْمِيلِ حِكْمَةِ

اللَّهِ. وَالرَّسَالَةُ الَّتِي لَمْ تَنْتَهَ فِي أُمَّتِي الْخَنَائِلِ وَالْكَلِمَاتُ الَّتِي لَمْ تَنْتَهَ

أَذَانُ الْمُسْلِمِينَ إِنَّ النَّسِيمَ الْعَلِيلَ يَمُرُّ عَلَى الْبَرَاءِ عَمْرًا وَلَكِنْ الزُّهُوُّ لَا تَسْتَكْمِلُ نُمُوَهَا حَتَّى تَدْمِيَ يَدَ الْبُسْتَانِ أَغْصَانُهَا

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم  
مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں

۵

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیسرا  
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں  
اسی روز و شب میں اُچھ کر نہ رہ جا  
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

اس کے علاوہ افراد ملت سکتے ہیں لیکن نسل و قوم باقی  
رہتی ہے۔ مسلمانوں کو خصوصاً یاد رکھنا چاہیے کہ مقصدِ الہی کی تکمیل  
کے لئے ابھی اس دنیا میں ان کی ضرورت باقی ہے۔ وہ راز جو خلیل اور  
کلیم کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا صرف مسلمانوں کی اذان سے ہی فاش  
ہو سکتا ہے۔ بادِ نسیم کی روحِ آفرینیوں کی بدولت کلی شاخ گل سے چٹکتی ہے

وَأَشْجَارُهَا بِالتَّشْدِيدِ وَالصَّاعِقَةُ تَسْقُطُ عَلَى وَكُرِ الْقُمْرِيِّ  
 فَيَمُوتُ، وَالْبَلْبُلُ يَقَعُ فِرَاسَةً فِي شَرَكِ الصَّيَّادِ. وَلَكِنْ رَوْقُ  
 الرَّبِيعِ بَاقٍ وَالْآفُ الطِّيُّورُ تُقْبِلُ وَتُتَشَدُّ أَلْحَانُهَا وَتَطِيرُ  
 وَالْبُسْتَانُ لَا يَزَالُ قَائِمًا؛

إِذَا سَقَطَتْ زَهْرَةٌ فِي الرَّبِيعِ  
 فَكَمْ فِي بَسَاتِينِهِ مِنْ زُهُورٍ  
 وَيَا رَبِّ لَوْلَا هَذِهِ حَطْمُوهَا  
 لَتُرْفَعَ فِي التَّاجِ أَوْ فِي السُّمُورِ  
 يَغِيبُ الصَّبَاحُ مِنَ الْمَشْرِقَيْنِ  
 وَيَمُضِي الْمَسَاءُ مِنَ الْمَغْرِبَيْنِ  
 وَمَا نَزَلَ يُقْبِلُ هَذَا وَذَلِكَ  
 جَدِيدَيْنِ فِي حُلَّةِ التَّيَّارَيْنِ



لیکن ابھی پوری طرح کھلنے بھی نہیں پاتی کہ گلچیں کے ظالم ہاتھوں  
 اس کا خون ہو جاتا ہے اور بُوے گل کی طرح اس کو چین سے باہر  
 نکل جانا پڑتا ہے۔ قمری کے آشیان پر بجلی گر پڑتی ہے، طبل  
 صیاد کے دام میں پھنس جاتی ہے، لیکن بہار کی رونق کم نہیں ہوتی  
 ہزاروں جانور اپنی اپنی بولی بولکر اڑ جاتے ہیں لیکن یہ چین اسی طرح  
 قائم رہتا ہے۔ ۵

فصل گل از نسترن باقی تراست      از گل و سرو و سمن باقی تراست  
 کان گوہر پرے گوہر گرے      کم نگرود از شکست گوہرے

صبح از مشرق ز مغرب شام رفت

جام صدر روز از حُسنِ ایام رفت

بادہ ما خوردند و صہبَا باقی است

دوش ما خوں گشت و فردا باقی است

مِثْلَاتِ الْمَسِينِينَ مَضَتْ فِي الْحَيَاةِ  
 وَمَا اسْتَفْقَدَتْ بِحَسْرَةٍ مِمَّا نَهَا  
 وَلَكَمْ أَفْرَغَ الشَّارِبُونَ السُّكُّوسَ  
 وَمَا نَرَاكَ الْخَمْرُ فِي حَاسِنِهَا  
 وَلَكَمْ نَرَاكَ أَمْسُ فَوَافِي عَسَدٍ  
 وَلَكَمْ أَشْرَقَ النُّورُ بَعْدَ الظُّلَمِ  
 يَزُولُ عَنِ الْأَرْضِ مِنْ أَفْرَادِهَا  
 وَتَبْقَى الشُّعُوبُ بِهَا وَالْأُمَمُ

الْمُسْلِمَةُ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَآيَاتِ اللَّهِ لَا تَزُولُ - الْمُسْلِمُ  
 بَاقٍ لِيَرْفَعَ الْعِلْمَ وَيَسْلُمَ خِلَافَةَ الْأَرْضِ. وَأَعْدَاءُ الْإِسْلَامِ  
 يُجَاوِلُونَ أَنْ يَسْقُطَ هَذَا الْعِلْمُ وَأَنْ يَذْهَبَ الْمُسْلِمُونَ  
 وَلَكِنْ هُوَ الْأَعْدَاءُ أَنْفُسُهُمْ كَثِيرًا مَا يَشَاهِدُونَ نَوْرَ

ہم چناں از فردہائے بے سپر  
بہستِ تقویمِ اُمم پائندہ تر

در سفر یار است و صحبت قائم است  
فردہ گیر است و ملت قائم است

اُمتِ مرحومہ خدا کی ایک نشانی ہے۔ اور اغیار اس  
نورِ الہی کو بچھانے کے درپے ہیں لیکن باری تعالیٰ نے اسکی حفاظت  
کا وعدہ کیا ہے اور جب تک کہ تخلیقِ عالم کے مقصد کی تکمیل نہ ہو جائے  
اور صداقت اور توحید کا پرچم ساری دنیا پر نہ لہرائے لگے

الإسلام فيصيحون في طليعة أنصاره وحماته، فينقلب  
 عدو وأهم حامية ورعاية. وإذا سقطت بعض مواطن المسلمين  
 فالمسلم سيبقى الإسلام لن يقنى :

ذَلِكَ الْمُسْلِمُ مَنْ أُتْدِلِسَ	سَيُعِيدُ الْعِزْمُ فِي الشَّمْسِ مَكَانَهُ
مَنْ سَقَاهُ الْعِشْقُ يَوْمًا خَمْرَهُ	لَمْ يَعُدْ فِي الشُّكْرِ مُحْتَاجًا لِحَانَهُ
وَاللَّيْسَ إِلَى عَلَمَتْنَا عِبْرًا	فِي السِّدِّى مَرِيَّةٍ غَزَوْا النَّارَ
كَفَرُوا ثُمَّ اجْتَلَوْا نُورَ الْهُدَى	فَاهْتَدَوْا مَا رَأَوْا ذَلِكَ الْمَنَارَ
عَرَفُوا الْإِسْلَامَ فَانْقَادُوا لَهُ	وَعَدًا أَعْدَاؤُهُ مَرَكَنَ حِمَاةٍ
عَزَّتِ الْكُفْبَةُ وَأَنْهَارُ الصَّنَمِ	وَهَوَى الشِّرْكَ بِتَوْحِيدِ الْإِلَهِ
إِنَّ هَذَا الْعَصْرَ لَيْلٌ فَأَنْزِ	أَيُّهَا الْمُسْلِمُ لَيْلَ الْحَائِرِينَ
وَسَفِينِ الْحَقِّ فِي لَحْجِ الْهَوَى	لَا يُرَى غَيْرُكَ مَرَبَّانَ السَّفِينِ

یہ اُمت اُسی طرح زندہ رہے گی۔

تُو نہ مِٹ جائے گا ایران کے مِٹ جانے سے  
تَشْتِ مے کو تعلق نہیں پیمیا نے سے  
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے  
پاسباںِ مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے  
عَصِرِ نوراۃ ہے، دُھندلا سا ستارا تو ہے

أَنْتَ كُنْتَ الَّذِي رَوَّيَا قُوتٍ فِي مَوْجَةِ الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ يَعْرِفُوكَ  
 فَحَقَّقِ الْأَجْيَالِ مُحْتَاجٌ إِلَى صَوْتِكَ الْعَالِي وَإِنْ لَمْ يَسْمَعُوكَ  
 لَيْسَ فِي لَوْقَتِ فِرَاعٍ فَأَعْتَرِمُ وَأَمْلَأِ الدُّنْيَا بِأَعْمَالِ شَرِيفَةٍ  
 أَنْتَ نُورُ الْأَرْضِ فَهْدِي أَهْلَهَا كَنْ يَرَى غَيْرُكَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً  
 مَا زَالَ الْمُسْلِمُ مُتَحَنِّنًا بِالشَّدَائِدِ وَالْحَوَادِثِ الْجَسَامِ  
 لَقَدْ أَنْهَأْتَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَصَائِبَ الرُّمْنِ، وَرَأَوْا مِنَ الْبَلَايَا مَا  
 ضَاعَ بِمِثْلِهِ مَلِكٌ جَمِيعُ الْأَكْمِيمِ السَّابِقَةِ مِنْ إِغْرِيقٍ وَيُونَانَ وَ  
 رُومَانَ وَفِرَاعَةَ؛ وَلَكِنْ الْحَوَادِثُ ارْتَدَّتْ عَنْ الْمُسْلِمِ كَمَا تَرْتَدُّ  
 الْحَصْبَاءُ عَنِ الْقَلْعَةِ الشَّمَاءِ؛ وَكُلُّ مَصِيبَةٍ تَنْزِلُ بِالْمُسْلِمِ تَصِيرُ  
 عَامِلَةً عَلَى إِسْعَادِهِ، وَسَبَبًا فِي مَرْقِيهِ؛

مَحْنٌ مُدِي الْخَلْقَ زَهْرًا وَشِمَارًا وَسَيَوَانًا يَبْعَثُ النَّارَ ضِرًا مَا  
 كُلُّ مُرَوِّذٍ إِذَا أَوْقَدَ نَارًا عَادَتِ النَّيِّرَانُ بَرْدًا وَسَلَامًا

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری      ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری  
دقتِ فرصت ہو کہاں کام ابھی باقی ہے      نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے  
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری      کو کب قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آسمان ہمارے ساتھ ہمیشہ برسرِ پیکار رہا، اور  
ہمارے سر پر وہ وہ مصیبتیں نازل کیں جو یونان اور روم نے بھی نہیں دیکھیں  
اور جن کے باعث سطوتِ مسلم خاک و خون میں تڑپنے لگی۔ لیکن اسی  
پہنچ کج رفتار کو معلوم ہے کہ ہم اس امتحان سے کبھی نہیں گھبرائے، ہر  
مشکل کا مقابلہ کیا، اور ابراہیم خلیل اللہ کی طرح آگ کو بھی اپنے لیے  
گلزار بنا لیا۔ پھر اگرچہ مصر و بابل مٹ گئے، نہ تو صفحہ دہر پر ان کا نشان  
باقی ہے اور نہ دفترِ ہستی میں اُن کی داستان۔ لیکن مسلم کی اذان کی آواز  
فضائے عالم میں اب بھی اُسی طرح گونجتی ہے۔

از تہ آتش بر اندازیم گل      نارِ ہر نمود را سازیم گل

نَحْنُ بِالْإِيمَانِ تَبَتُّ عِزَّنَا      لَا نُبَالِي الْهَوْلَ أَوْ نَخْشَى لِصَعَابَا  
 وَإِذَا الْبَاغِي سَرَى فِي غُرْسِنَا      جَدُّ وَهَ الظُّلُمِ جَعَلْنَا هَاتِرَابَا  
 ذَهَبَ الْيُونَانُ وَالرُّومَانُ وَالْ      غُرْسٌ قَدْ مَآ وَفَرَاعِينَ الزَّمَانِ  
 وَهَدَى الْإِسْلَامَ مَا وَال عَلَى      قِمَّةِ الدُّنْيَا يَدِ وَيُ بِالْأَذَانِ  
 هَاهُوَيْدَ كَرْنَا بَانَ الْمُثَلِّلِ لَوْجُودِ الْمِلَّةِ هُوَ الْأُمَّةِ - وَأَمَّا  
 الْأَفْرَادُ فَهَمُ زَاثِلُونَ . بِهَذَا أَيْدِ عَوَالِ الْمُسْلِمِ إِلَى أَنْ يَبْذُلَ نَفْسَهُ  
 فِرْدًا لِكِي يَحْيِي دَوْلَةً وَشَعْبًا . ثُمَّ يَذْكُرُهُ بِأَصْلِهِ الْأَثَرِ لِي وَفِرْعَهُ  
 الْأَبْدَى ، وَيَضَعُ نَارَ الْيَقِينِ فِي صَدْرِ الْمُسْلِمِ مَحْمُولَةً إِلَيْهِ فِي  
 ثَنَا يَا هَذِهِ الْأَبْيَاتُ :-

مَعِيشَةُ الْفَرْدِ خِيَالُ      وَالْبَقَاءُ لِلْأُمَّمِ  
 فَكُنْ فِدَاءَ الْمَبْدَأِ      أَعْلَى إِذَا نَادَى الْعَلَمُ



شعلہ ہائے انقلابِ روزگار

چوں بباغِ مارِ سدِ گردِ بہار

رومیاں بزا گرم بازاری نمائد      آں جہاں گیری جہانداری نمائد

شیشہ ساسانیاں درخوشست      رونقِ خمخانہ یوناں شکست

مصریم در امتحاں ناکام ماند      استخوانِ اوتراہرام ماند

در بہاں بانگِ اذانِ بودست و نیست      ملتِ اسلامیاں بودست و نیست

اجل کا ماتھ ہماری قوم کو نہیں چھو سکتا اور چونکہ قوم کی ہستی

میں ہی افراد کو حقیقی زندگی نصیب ہوتی ہے اسی لئے قوم کی

خاطر قربان ہو جانے میں کسی قسم کی جھجک نہیں ہونی چاہیئے۔

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی

قدا ہو ملت پہ یعنی آتشِ زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

مَنْزِلَكَ الْعُلُوى لَا تُحْذِرُ جِبِّ سَرُوحَهُ الْغُسُومُ

أَنْتَ مِنَ الْجَشِيشِ الَّذِي غَبَا رُخَيْلُهُ الْجُجُومُ

فِي الْعَالَمِ الْأَوَّلِ مِنْ مَطَارِيعِ الْأَنْوَارِ كُنْتَ

وَالنَّاطِقِ الْأَخْبِرُ فِي رِسَالَةِ الرَّحْمَنِ أَنْتَ

قُمْ وَانْشُرِ التَّوْحِيدَ فِي الدُّنْيَا وَوَحِّدِ الْأُمَمُ

فَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ دَعَا وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْ حَكَمَ

المنظر الذي يروى إلى لسان هو حركة الموت التي تسكن

بعد هـ الأَعْضاء وتبرد الحواس؛ فحينما يراك "إقبال" مَرَّعِدًا

مَذْهُورًا لهذا المشهد الرهيب، يَضَعُ عَلَى قَلْبِكَ بَرْدَ الْعِزِّاءِ، وَ

يَبَيِّنُ لَكَ أَنَّ مَلِكَ الْمَوْتِ لَا يُمِيتُ الْأَرْوَاحَ، وَإِنْ أَفْنَى

عَالَمَ الْأَشْبَاحِ؛

يَعْصِفُ الْمَوْتَ بِالْجُسُومِ وَلَكِنْ لَيْسَ يَفْنَى مِنْ قُوَّةِ النَّفْسِ شَيْئًا

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلمان کی  
 ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے  
 مکاں فانی مکیں آنی ازل تیسرا ابد تیرا  
 خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے  
 سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا  
 لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ایک سچے عاشق کو موت سے کچھ ڈرنہیں کیونکہ اگرچہ موت ہر چیز پر  
 غالب آتی ہے لیکن عشق پر غالب نہیں آتی۔ اور اقبالؒ بتاتے ہیں کہ موت  
 کا فرشتہ اگرچہ ہمارے جسم سے جان نکال لیتا ہے لیکن ہمارے وجود کے مرکز  
 تک اسکی رسائی نہیں ہوتی۔ ہمارا زندہ دل قبر میں بھی بے قرار رہتا ہے۔ اس  
 جسم خاکی کے مرجانے سے جان نہیں مرنی۔ دل حلقہ بود و عدم سے آزاد ہے۔  
 لحد میں بھی یہی غیب حضور رہتا ہے اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے

تَصْعَدُ الرُّوحُ لِلْخُلُودِ وَيَبْقَى      عَالَمُ الْغَيْبِ وَالشَّمَادَةِ حَيًّا  
لَا تَمُوتُ مِنْ خَافَةِ الْمَوْتِ بَهْلًا      فَيَغَيِّرُ الْأَنْفَاسِ رُوحَكَ تَحْيَا

كَيْسَ الْإِنْسَانُ مِنْ هَذَا الْعَالَمِ فِي شَيْءٍ فَجَمِيعُ مَا حَوْلَ مِنْ  
الْمُظَاهِرِ الْمَادِّيَةِ تَضْمَحِلُّ وَتَذْهَبُ مَعَ الْهَشِيمِ وَيَبْقَى بَعْدَ ذَلِكَ  
جَوْهَرُ الْإِنْسَانِ سَاطِعًا - يُحَدِّثُنَا عَنْهُ "إِقْبَالُ"

هَوَى سِرِّهِ كَيْقَبَسَادَ      وَأَنْطَوَى لِكُلِّ جَبَمٍ  
وَأَصْبَحَ الْكُلُّ سَرْمَادًا      مِثْلَ هَيْكَلِ الصَّخْرَةِ

أَمَّا أَنَا فَلَسْتُ أَدْرِى      أَيْنَ يَعْلُو نَظَرِي  
أَنَا تُرَابٌ غَيْرَ أَنَّ      الشَّمْسُ دُونَ جَوْهَرِي

فِي سُكُونِ الشَّحْرِ تَتَفَقَّدُ قُلُوبُ الشُّعْرَاءِ كَمَا تَتَفَقَّدُ الْأَزْهَارُ  
لِتَحْتَضِنَ النَّسِيمَ وَتَسْتَقْبِلَ الْبَدَى - وَيُضَيُّ مَشَاعِرَ ذَلِكِ الْقَلْبِ  
عَلَى الْأَحْيَاءِ وَغَيْرِ الْأَحْيَاءِ، حَتَّى تَنْدَسِعَ لَوْجُودِ كُلِّهِمْ بِمَا فِيهِ مِنْ

فرشتہ موت کا چھوٹا ہے گو بدن تیسرا  
 ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے  
 مخور اے کم نظر اندیشہ مرگ اگر دم رفت دل باقی ست غم نیست  
 دنیا کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں لیکن جوہر انسان کی حقیقت  
 کچھ اور ہے اس کو فنا ممکن نہیں۔

سیرِ کیتباد، اکلیلِ جمِ خاک  
 کلیسا و بیتانِ حرمِ خاک  
 ولیکن من تداغم گوہرم چست  
 نگاہم بر ترا ز گردوں، تنم خاک  
 سحر کے وقت شاعر کے حساس دل میں ہر جاتدار اور بے جان چیز  
 سے پیام قبول کرنے کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ صبح کے تاروں کو اپنا  
 در و دل سنانے کے لئے فضائے دشت میں گھوم رہا ہے۔ راکھ کے

ماض وحاضر، فينظر إلى تل من الرُّماد فيسمع من صمتها  
 حزن الماضي، ويقول إنني كنت شجرة مشتعلة يا وى المذُّرج  
 إلى ناري، ثم أطفأتني عواصف الصحراء. هكذا سمع "إقبال"  
 سرعان ما تآلفت فاذا نهر سار قد صفت مياهه كأنها  
 مرآة لنجوم السماء، فعادت نفسه الحزينة إلى الأمل بعد  
 اليأس والرجاء بعد الخوف. وحدثت عن هذه المشاعر  
 بقوله:-

قَدْ تَغَنَّى قَلْبِي فَأَسْمَعُ أَذُنِي  
 نَغْمًا فَاقَ رَسْمَةَ الْأَوْتَارِ  
 وَكَأَنِّي رَأَيْتُ نَهْرَ حَيَاتِي  
 نَابِعًا مِنْ صَفَاءِ عَيْنٍ سَارِ

ایک ڈھیر سے اُسکو کچھ سرگوشیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ راکھ باد صبا سے کہہ رہی ہے کہ ”کبھی میں بھی بھڑکتی ہوئی“ آگ تھی جس سے راہرو اپنے جسم کیلئے گرمی حاصل کرتے تھے لیکن اس صحرا کی ہواؤں نے میری چنگاریوں کو ٹھنڈا کر دیا تو آہستہ چل تاکہ میرے یہ افسردہ دُڑے بکھر نہ جائیں۔ ورنہ جس قافلے کے سوز و گداز کا میں نشان ہوں اُسکی یاد بھی باقی نہ رہے گی۔“ یہ شکر شاعر کو اپنی حالت یاد آ جاتی ہے وہ سوچتا ہے کہ اُسکی ہستی بھی خاک سے زیادہ نہیں اور وہ بھی اس رہائش میں بر باد و حادث کی تباہ کاریوں کے خیال سے اُسکی آنکھ سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں اتنے میں اُس کے کان میں دل کی یہ آواز پہنچتی ہے کہ تو اس مشتبہ خاک کی تباہی پر کیوں افسوس کرتا ہے، ازل اور ابد میرے ہی رہن منت ہیں اور میری کوئی انتہا نہیں۔

بگوشش من رسید از دل سرودے  
کہ جوئے روزگار از چشمہ سارم

أَنزِلْنِي بِعُنْصَرِي أَبَدِي  
مَنْزِلِي فِي الْخُلُودِ فَوْقَ الْمَنَازِلِ  
إِنَّ حَبْشِي مِنَ التُّرَابِ وَلَكِنْ  
رُوحِي الْبَحْرُ مَالَهُ مِنْ سَاحِلِ

مادام المرء لا يقف على حقيقة نفسه، ومادام يقيس  
الجوهر الإنساني بالهيكل الترابي، فإنه كل وقت مستعد  
للخوف من ساعته الأخيرة، وأقبال يندد بهؤلاء ويصفهم  
بهذا البيت.

يَلَا نَرُوحُوفَ الْمَوْتِ كُلُّ مُضَلَّلٍ  
يَرَى أَنَّ مَقْيَاسَ الْحَيَاةِ تُرَابٌ

إن الشذى يحافظ على كمال ذاتيته يحيي بعوامل الموت،  
هذه الكواكب والأقمار تنزل، ولكن نشوة الذاتية لا يخبو



ازل تاب و تب پیشینہ من  
 ابد از ذوق و شوق انتظارم  
 میندیش از کف خاکے پندیش  
 بجان تو کہ من پایاں ندارم  
 من کی دنیا میں فنا کا گزر نہیں، انسان موت کے غم میں  
 اسی لئے گھلا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اصلیت کو پیکرِ خاکی پر منطبق کرتا ہے  
 جب تک ہم اپنی حقیقت سے واقف نہ ہو جائیں، اس غمِ مرگ سے  
 نجات ممکن نہیں ہے

تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن  
 کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی  
 انسان اگر اپنی خودی کی نگہداشت کرے تو مرنے کے باوجود زندہ رہتا ہے  
 یہ چاند ستارے اور کائنات فنا ہو جائیں گے لیکن خودی کا نشہ وہ ہے جو

لمعانها إلى الأبد .

وَالَّذِي تَمَكَّنَ مِنْ كَمَالِ ذَاتِيهِ وَنَضَحَ إِيمَانُهُ لَا يَخَافُ مِنَ  
 الْمَوْتِ الْقَادِمِ . وَقَدْ أَفْهَمَنَا "إِقْبَالُ" مَرَارًا أَنَّ ارْتِكَابَ أَقْبَحِ  
 الذُّنُوبِ أَسَاسُهُ الْخَوْفُ ، وَلَا سِيَّمًا خَوْفُ الْمَوْتِ . هَذِهِ الْخَشْيَةُ  
 وَلَا يَتَّبِعُهَا مِنْ يَأْسٍ وَقَنُوطٍ لِيَسْمِيَهَا "أُمُّ الْخَبَائِثِ" وَكَثِيرًا  
 مَا وَانَرَنَ بَيْنَ الْقُلُوبِ الْفِرْعَةَ الْمُضْطَرِبَّةَ وَالْقُلُوبِ الْأَمْنَةَ  
 الثَّابِتَةَ ، وَبَيَّنَّ أَنَّ الْوَاقِعَ بِنَفْسِهِ يَهْجُمُ عَلَى الْأَسَدِ كَالْمَعْرِزِ ، وَالْحَيَّةِ  
 يَفْرُّ مِنَ الْغَزَالِ كَأَنَّ أَسَدًا تَعَقَّبُهُ . وَلَوْ لَمْ تُتَكَنَّ فِي قُلُوبِنَا شَائِبَةٌ  
 الْوَحَلِ لَعَبَرْنَا الْبَحْرَ كَأَنَّهُ صَحْرَاءُ ، وَأَمَّا الْفِرْعُ فَيَرِينَا فِي كُلِّ مَوْجَةٍ تَمْسَحًا .  
 يَعْلُو عَلَى الْمَوْتِ مَنْ يَشْتُمُو . ارَادَتْهُ  
 عُمَرُ الْكَوَالِبِ فَحَدُّوهُ وَأَنْتَ إِلَى  
 غَيْرِ انْتِهَاءٍ بِكَاسِ الْخُلْدِ رِيَّانُ

اب تک نہیں اُترے گا

خودی جب پختہ ہو جائے تو موت سے پاک ہوتی ہے، جس نے  
اپنی خودی کو مستحکم کر لیا اُسے آنے والی موت کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اقبال  
نے بارہا یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ انسان کی تمام برائیوں کی جڑ خوف اور  
خصوصاً موت کا خوف ہے۔ خوف اور اُس کی وجہ سے پیدا ہونے  
والی نا اُمیدی کو وہ ”اُمّ الجناہت“ کہتے ہیں۔ ڈر سے کانپنے والے اور  
نڈر دلوں کا اُنھوں نے اکثر مقابلہ کیا ہے، اور بتلایا ہے کہ نڈر  
انسان شیر کو بھی بکری سمجھ کر اُس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے  
اور ڈر لوگ شخص ہرن سے بھی ایسا بھاگتا ہے گویا شیر اُس کے  
تعاقب میں ہے۔ اگر ہمارے دل میں خوف کا کوئی شائبہ نہیں تو سمندر کو  
بھی ہم صحرا کی طرح بے کھٹکے پار کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم خوف و ہراس سے  
مغلوب ہیں تو سمندر کی ہر موج میں ہم کو مگر چپ و کھائی دیتا ہے۔

يَرَى الْجَبَانَ غَزَالَ لِقَاعٍ مُرْتَعِدًا  
وَالْحُرَّ يَلْقَى أُسُودَ الْغَيْلِ مُبْتَسِمًا  
إِنَّ الشُّجَاعَ يَخُوضُ الْبَحْرَ مُقْتَحِمًا  
وَمَوْجَةَ النَّهْرِ فِي عَيْنِ الْجَبَانِ هَامًا  
كَأَنَّهُ أَسَدٌ فِي الْقَاعِ ضِرْغَامٌ  
حَتَّى كَانَ أُسُودَ الْغَيْلِ أَغْنَامًا  
كَأَنَّمَا الْمَوْجُ أَزْهَارُ وَادٍ وَاحٍ  
غُولٌ وَحَوْتُ وَتَيْنٌ وَمَسَاكِحُ  
يَجْرِي عَلَى الْخَلْقِ فِي أَحْكَامِهَا الْقَدَرُ  
فَلَيْسَ يَلْقَاهَا مِنْ مَوْتِهَا ضَرَرٌ

ويقول:

الْمُؤْمِنُونَ عَلَى عَيْنَا  
لَا خَوْفَ يَفِرُّهُمْ وَلَا  
لَوْ مَرَأَ ضَعْفُهُمْ عَلَى  
لَأَرَاكَ فِي الْإِفْصَاحِ هَا  
إِنِّي سَرَأَيْتُ الْخَوْفَ فِي  
يَدِ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ  
هُمْ فِي الْحَوَادِثِ يَحْزَنُونَ  
فِرْعَوْنَ يَجْتَزُّ الرُّؤُوسَا  
رُونَا وَفِي الْإِيمَانِ مُوسَى  
الدُّنْيَا عَدُوٌّ لِلْعَمَلِ

دلِ بے باک راضی غامِ رنگِ است  
 دلِ ترسندہ را آہو پلنگِ است  
 اگر نیچے نداری بحرِ صحرِ است  
 اگر ترسی بہر موجِ ششِ نہنگِ است  
 ازاں مرگے کہ می آید چہ باکِ است  
 خود می چوں بختہ شد از مرگِ پاکِ است

اقبال علیہ الرحمۃ بے خوفِ زندگی کی طرف ہمیں واپس لانا  
 چاہتے ہیں، وہ خداوندِ کریم کا وعدہ یاد دلاتے ہیں کہ اللہ پر بھروسہ  
 کرنے والوں کے لئے کوئی ڈر نہیں۔ جس کے دل میں ایمان  
 کی قوت ہو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعون سے  
 مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ موت کا ڈر عمل کا  
 دشمن ہے۔

هُوَ مُطْفِئُ نُورِ الرَّجَا	وَسَالِبُ كَنْزِ الْأَمَلِ
يَرْمِي الْأِرَادَةَ بِالسَّيْرِ	نَزَلَ وَالْعَزِيمَةَ بِالْخَوْرِ
وَمِنْ اخْتَوَاهُ الْخَوْفُ لَا	يَجْنِي مِنَ الرُّوحِ الثَّمَرِ
الْمُؤْمِنِ الْوَشَّابُ تَعُدُّ	صِمَّةً مِنَ الْهَوْلِ السَّكِينَةِ
وَالْخَائِفُ الْهَيَّابُ يَغُفُّ	رَقًّ وَهُوَ فِي ظِلِّ السَّيْفِينَةِ
تَلْقَاهُ عِنْدَ شَبَابِهِ	هَرَمًا قَدْ اخْطَتُ قُوَاهُ
وَتَعَثَّرَتْ قَدَمَاهُ	قَبْلَ الْخَطْوِ وَارْتَعَشَتْ يَدَاهُ
فِي السَّلَامِ قَبْلَ الْحَرْبِ مَسُّ	لُوبِ الشَّجَاعَةِ حَائِرُ
الصَّبْرِ عَنْهُ نَافِرُ	وَاللُّبُّ مِنْهُ طَائِرُ
أَعْدَاؤُكُمْ يَجْشُونَ سَيْدُ	عَنْ يَقِينِكُمْ قَبْلَ السُّيُوفِ
وَمَرَامُهُمْ أَنْ تَسْرِعُوا	بِالْخَوْفِ مِنْ قَبْلِ الْحُتُوفِ
حَتَّى تَرَوْا نَظَرَ إِيهِمْ	مِثْلَ الْخُتَا جَرَفِي الصُّدُورِ

یہ ڈر ہماری زندگی کے قافلے پر چھاپا مارتا ہے۔ اس سے ہمارے محکم ارادے بھی متزلزل ہو جاتے ہیں، اور ہماری بلند ہمت اندیشوں سے گھر جاتی ہے۔ جب اس ڈر کا بیج ہمارے مزرع دل میں بویا جاتا ہے تو زندگی کی نشوونما رک جاتی ہے، اس سے ہمارے دلوں میں لرزہ اور ہاتوں میں رعشہ پڑ جاتا ہے۔ ہمارے پاؤں سے طاقت رفتار اور ہمارے دماغ سے فکر کی قوت سلب ہو جاتی ہے۔

جب دشمن ہم کو خوف زدہ دیکھتے ہیں تو شاخ گل کی طرح توڑ کر ہم کو باغ سے پھینک دیتے ہیں۔ اُن کی تلوار زیادہ قوت کے ساتھ ہمارے سر پر پڑتی ہے، اور اُن کی نگاہ خنجر کی طرح ہمارے سینہ میں در آتی ہے۔

وَهَذَا يَقْتُطِفُونَكُمْ	مِنْ أَرْضِكُمْ قَطَفَ الزُّهُورِ
الْحَقْدُ وَالْكَذِبُ لَصْرًا	حَ وَكُلُّ مَكْرٍ أَوْ دَهَاءٍ
وَالْيَأْسُ وَالْجُبْنُ الْمَذِلُّ	وَكُلُّ غِشٍّ وَالتَّسْوَاءِ
تِلْكَ الرَّذَائِلُ فِي شُعُو	بِ الْأَرْضِ أَبْوَابُ الْفَنَاءِ
لَوْلَا الْخَافُ مَا سَمِعُ	نَابِاسَهَا تَحْتَ السَّمَاءِ
الشِّرْكَ يَصْنَعُ مِنْ خِيَو	طِ الْخَوْفِ أَشْرَاكَ الْبَرَاءِ
لَوْلَا لَمْ نَسْمَعْ بِكُفِّ	رٍ أَوْ نَفْسَاقٍ أَوْ رِيَاءِ
الْمُؤْمِنُونَ لَهُمْ مِنَ الدُّ	مَوِّ أَمَانُ الْأَوْلِيَاءِ
بَلَّغُوا الْكَمَالَ فَهُمْ عَنِ الدُّ	نْيَا الْعَرِضَةِ أَغْنِيَاءِ
ثِقَّةُ الْكَرِيمِ بِنَفْسِهِ	تَعْلُو بِهِ فَوْقَ الزَّمَنِ
وَالْحُزْنُ سُمْ قَاتِلٌ	لَا تَشْرِبُوا سَمَّ الْحُزَنِ
الْمَوْتُ وَالْحُرِّيَّةُ لِلَّهِ	مَاءٌ وَالشَّرَفُ الْمَكِينُ



ہمارے دل کی تمام بُرائیاں خوف کی وجہ سے  
 پیدا ہوتی ہیں۔ مکاری، کینہ اور جھوٹ خوف  
 کی فضا میں پرورش پاتے ہیں۔ خوف کے  
 دامن میں ریاکاری اور فتنے پلتے ہیں۔ جس کسی  
 نے دین الہی کے رُف کو پہچان لیا ہے وہی سمجھتا ہے  
 کہ اصل شرک خوف میں مضمر ہے، اس لئے جو شخص  
 شرک سے پاک ہونا چاہتا ہے اُس کو چاہئے کہ خوف  
 غیر اللہ اور خصوصاً خوفِ مرگ کو دل سے دُور کر دے  
 شانِ قلندری یہی ہے کہ ہم غمِ زندگی سے بے نیاز ہو جائیں  
 ورنہ یہ غم ہماری جان کو زہر کی طرح کھا جاتا ہے۔  
 دمِ زندگی، ہمِ زندگی، غمِ زندگی ہمِ زندگی  
 غمِ رم نہ کر، غمِ رم نہ کھا کہ یہی ہے شانِ قلندری

هِيَ خَيْرٌ مَّا تُغْنِي بِهِ      وَهِيَ الْغِنَى لِلْمُؤْمِنِينَ  
 أَمَّا الْمُقْضَضُ الْمَذْهَبُ      وَالْمُقَوِّفُ وَالنَّضِيدُ -  
 فَلَقَدْ تَرَكْنَا هَا يَعْبَا      دِ الْحُطَامِ وَالْعَبِيدُ  
 الْقَلْبُ الْمَحِيطُ بِأَسْرَارِ الطَّبِيعَةِ لَا يَأْخُذُهُ هَلَعٌ وَلَا يَشْكُ  
 فِي أَنْ وَرَاءَ سَكُونِ الْجِسْمِ مَحْشَرٌ أَجْدِيدٌ الْخُلُودِ، وَفِي صَمْتِ  
 اللَّيْلِ تَكْمُنُ أَحْلَامُ لَشَوْرَةِ الْغَدِ؛  
 فِي سَكُونِ الْمَسَاءِ يَحْتَبِي الْفَجْرُ      وَصَمْتِ الظَّلَامِ مَحْلَمُ النَّهَارِ  
 وَسَكُونُ الْقُبُورِ يَرْقُبُ الْبُعْثَ      قَدْ وَمَا فِي مَوَكِبِ الْأَفْئِدَارِ  
 وَعِلَامَةُ الْمُؤْمِنِ الْحَقِّ أَنْ يَرْضَى بِحُكْمِ الْأَجَلِ، بَلْ  
 يَتَسَامَى إِلَى أَكْثَرِ مِنْ ذَلِكَ، فَيَرَى فِي لِقَاءِ اللَّهِ سَعَادَةً يَتَبَسَّمُ  
 لَهَا كَمَا ابْتَسَمَ إِبْرَاهِيمُ "قَبْلَ مَوْتِهِ بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ؛  
 آيَةُ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَلْقَى الرَّدَى      بِأَيْتِمِ الشَّجَرِ سُرُورًا وَصِرَاعًا

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادیِ مرگ  
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زرویم

جو دلِ رُخِ حقیقت سے آگاہ ہے اُس کو موت کی کچھ پرواہ نہیں  
ہوتی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رات کی یہ خاموشی ہنگامہٴ فردا کو اپنی آغوش  
میں لئے ہوئے ہے۔

موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پرواہ نہیں  
شب کی خاموشی میں جُز ہنگامہٴ فردا نہیں  
مردِ حق کی نشانی یہ ہے کہ موت کا ہنسی خوشی استقبال کرے  
اس کا ثبوت اقبال علیہ الرحمہ نے خود اپنی مثال سے بھی دیا ہے،  
مرتے وقت اپنا یہ شعر اُن کی زبان پر تھا:-  
نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم      چو مرگ آید تیشم بربِ اوست

لَا أَرَى مُؤْمِنًا يُجَالِجُهُ الْخَوْفُ      وَ إِذَا أَقْبَلَ الْقَضَاءُ عَلَيْهِ  
يَتَلَقَّى الرَّدَى بِصَبْرٍ جَمِيلٍ      وَابْتِسَامٍ الرِّضَى عَلَى شَفَتَيْهِ  
كَانَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ يُعْرَضُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ  
وَعِشْرِينَ إِصَابَةً، وَهُوَ فَخْوَ رَبِّكَ الْجُرُوحِ، إِلَّا أَنْ فَخْرَهُ هَذَا  
كَانَ يَنْقُصُهُ الْإِسْتِشْهَادُ - فَإِنَّ عَظِيمَ النَّفْسِ لَا يَمُوتُ مَوْتَ  
الْحَشَرَاتِ فِي مَسَارِبِهَا، وَالْأَغْنَامِ فِي خَطَائِرِهَا، بَلْ مَوْتَ الْأَسْوَدِ  
مَنَاظِلَةً عَنْ عَرِينِهَا - وَقَدْ كَانَ "إِقْبَالُ" يَرْتِي أَحَدَ الَّذِينَ  
مَا تُؤَابِعْدُ أَنْ خَلَّدَ وَالْأَنْفُسَ هُمْ ذَكَرَى عَاطِرَةً تَحْتَ السَّمَاءِ  
وَكَأَنَّهُ يَصِفُ نَفْسَهُ حِينَ قَالَ :-

مَاتَ وَلَكِنْ لَمْ يَمُتْ      فَهُوَ مُخَلَّدُ الشَّيْنَاءِ  
لَهُ مِنَ الذِّكْرِ حَيَاةٌ      لَا يَشُوِبُهَا الْفَنَاءُ

نشانِ مردِ مومن با تو گویم  
 چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست  
 یوں تو ہر قسم کی موت سے مرنا ممکن ہے لیکن  
 ایک پختہ کار انسان کے لئے ایسی موت  
 شایانِ شان نہیں، مرنا اس طرح چاہیے کہ مرنے  
 کے بعد بھی آسمان کے نیچے نام رہ جائے۔

نہ پسنداری کہ مردِ امتحاں مرد  
 نہیں سرد گرچہ زیرِ آسماں مرد

إِنْ سِتَّتْ فَأَحْيَ مِثْلَهُ      قَبْلَ نِهَآيَةِ الْأَجَلِ  
 إِنْ الْحَيَاةَ فِي الْجِهَادِ      وَالْخُلُودَ لِلْعَمَلِ  
 تَوَجَّهَتْ قَافِلَةٌ مِنْ قَوَافِلِ الْحَجِيجِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى  
 الْمَدِينَةِ ففاجأها قُطَاعُ الطَّرِيقِ، فاستولى على رجال لقافلة  
 الرُّعْبِ وَسَقَطُوا فَرَسِيَّةَ النُّهْبِ وَالسَّلْبِ، الْأَفْتَى بِنَارِيَا  
 صمد للموت، ولكنه نجا وسار وحيداً ايناجى أشواقه إِلَى  
 الْمَدِينَةِ فَكَأَنَّ صَدَاَهَا هَذِهِ الْأَبْيَاتُ :

هَلْ أَتَاكُمْ حَدِيثُ قَافِلَةِ الْحِجَا      جِ إِذْ غَالَهَا عَدُوٌّ وَمُرِيدُ  
 فِي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ انْتَهَبَ الرُّكْ      بَانَ وَالْمَنْزِلُ الْمُرَادُ يُعِيدُ  
 يُسْأَلُ الْعَابِرُونَ عَنْ سَاحِلِ لُطَا      خُرَاءِ، وَالْجَوُّ مُوحِشٌ عَرِيدُ  
 فَتَلَقَّتْهُمْ الْمَخَافَةُ بِالْمَوْتِ      تِ وَصَلَتْ بِهِمْ فَيَافٍ وَبِيدُ

تراشایاں چنیں مرگ است ورنہ

زہر مرگے کہ خواہی می تو ال مُرد

جج بیت البشر سے فارغ ہو کر ایک قافلہ درینہ منورہ کی زیارت

کو جا رہا تھا کہ وہ راستے میں رہزنوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک

زائر کے سوا باقی تمام شریک قافلہ قتل ہو جاتے ہیں۔ اس مرد

صادق کے تاثرات آپ بھی سن لیجئے، جو اس حادثے کے باوجود

تنہا شرب کی طرف چلا جاتا ہے :

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور

اس بیاباں، یعنی بحر خشک کا ساحل ہے دور

ہم سفر میرے شکارِ دشمن رہزن ہوئے

بچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت البشر بھی

غَيْرَ ذَاكَ الْفَتَى الْبُخَارِيَّ لَمْ  
 يَبْرَحْهُ إِيمَانُ قَلْبِهِ الْوَثَابِ  
 يَتَمَنَّى فِي الشُّوقِ سَمَّ الْمَنَايَا  
 كَتَمَنَى الظَّمْآنُ بَرْدَ الشَّرَابِ  
 مِلَّ جَنْبِيهِ لِلدِّينَةِ شَوْقٌ  
 يَتَغَنَّى بِنَشْوَةِ التَّوْحِيدِ  
 وَيَرَى الْخَنْجَرَ الْمُصَوَّبَ بِالْ  
 مَوْتِ إِلَى صَدْرِهِ هِلَالُ الْعِيدِ  
 كَانَ خَوْفُ الرَّدَى يَقُولُ لِدَايِجِ  
 وَتَقُولُ الْإِيمَانُ سِرِّي أَمَانِ  
 وَمَضَى أَمِنًا وَحَلَّ كَرِيمًا  
 وَتَلَقَّاهُ رَوْضَةُ الرِّضْوَانِ  
 قَدْ سِيرَ الْحَجِجُ فِي الْحَبْلِ الشَّاهِي  
 فِي مَا مَنَ مِنْ الْأَخْطَارِ  
 وَنَعِيمُ الْأَشْوَاقِ يَعْرِفُهُ مَنْ  
 ذَاقَ مَرَّ الْأَخْطَارِ بَيْنَ الْقِفَارِ  
 يَخْشَرُ الْعَقْلُ نُورَهُ حِينَ يَأْوِي  
 قَانِعًا بِالْهُوَانِ خَوْفَ الْخَسَارَةِ  
 إِنَّ فِي لَذَّةِ الْمَتَاعِ رِجْسًا  
 مَعْنَوِيًّا يَقُوقُ رِيحَ الْجِبَارَةِ  
 كُلُّ أُمَّةٍ عَظِيمَةٍ لَمْ تَكْتُبْ عَظَمَتَهَا إِلَّا بِالتَّضَحِّيَّاتِ وَالذَّاءِ  
 الْغَالِيَةِ. فَاسْمَعِ إِقْبَالَ الْيَبِينِ لَنَا أَنْ دِيَابِجَةَ الْكَعْبَةِ مُحَضَّبَةٌ



اُس بخاری جوان نے کس غمشی سے جان دی      موت کے زہر اب میں پائی ہے اُس نے زندگی

خنجر رہزن اُسے گویا ہلال عید تھا

”ہائے شرب“ دل میں، لب پر نعرہ توحید تھا

خوف کہتا ہے کہ ”یشرب کی طرف تنہا نہ چل“

شوق کہتا ہے کہ ”تو مُسلم ہے بے باک نہ چل“

خوفِ جاں کہتا نہیں کچھ دشتِ پمائے حجاز      ہجرتِ مد فونِ شرب میں ہی مخفی ہے از

گو سلامت محلِ شاہی کی ہمراہی میں ہے

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

آہ! یہ عقل زیاں اندیشش کیا چالاک ہے!

اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے!

کوئی قوم اُس وقت تک زندہ نہیں رہتی اور معرکہ حیات میں

نہیں پت پت سکتی جب تک کم از کم اُس کے ممتاز ترین افراد میں

بِاللَّوْنِ الْأَحْمَرِ - فَهِيَ قِصَّةٌ تَبْدَأُ بِالدَّمِ وَتَنْتَهِي بِهِ - بَدَأَتْ أَوَّلًا  
 بِاسْمِ عَيْلِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَضْحَى نَفْسَهُ فِي مَقَامِ التَّسْلِيمِ لِلَّهِ وَالطَّاعَةِ  
 لِأَبِيهِ - فَهِيَ قِصَّةٌ دَامِيَةٌ وَإِنْ لَمْ تُرَقْ فِيهَا الدِّمَاءُ؛ وَكَذَلِكَ  
 انْتَهَتْ بِذِكْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الَّتِي جَاءَتْ إِلَى الْحَرَمِ تَقْطُرُ  
 دَمًا مِنْ كَرْبَلَاءَ :

فِي الْكَعْبَةِ الْعَلِيَا وَقِصَّتِهَا  
 نَبَأُ يُفِيضُ دَمًا عَلَى الْحَجَرِ  
 بَدَأَتْ بِاسْمِ عَيْلِ عِبْرَتُهَا  
 وَدَمُ الْحُسَيْنِ نِهَايَةُ الْعِبَرِ

إِنْ إِرْوَاءُ شَجَرَةِ الْقَوْمِيَّةِ لَا يَكُونُ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ بَلْ مِنْ  
 دَمَاءِ صُدُورِ الْأَبْطَالِ - وَشَرَفِ الْمَلَّةِ بَتْلَاءُ فِي ذَلِكَ الْجَامِ  
 الَّذِي أَمْتَلَأَ بِهِ الشُّهَدَاءُ :

جاں نثاری اور سرفروشی کا جذبہ اس قدر نہ ہو کہ وہ قوم کی خاطر  
 ہر قسم کے ایثار و قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اقبال کے نزدیک  
 ساری داستانِ حرم صرف اس قدر ہے کہ اس کا دریا چہ تذکرہ اسماعیل  
 ہے جو خدا کی بارگاہ میں اور اُس کے حکم پر اپنی جان قربان کرنے کے  
 لئے تیار تھے۔ اور اس کا خاتمہ ذکر حسینؑ ہے جنہوں نے حق و صداقت  
 کے لئے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اُس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

قوم کے پودے کی آبپاری دریا کے پانی سے نہیں بلکہ اُس  
 خون سے ہوتی ہے جو شہیدوں کے سینہ سے نکلتا ہے۔ ملت کی  
 آبرو اُس پیالے میں جھلکتی ہے جس میں خونِ شہدا بھرا ہوا ہو،  
 یہ خون قدر و قیمت میں حرم سے بڑھکر ہوتا ہے، اس لئے اقبالؒ شہیدوں

إِرْفَعُوا الْوَرْدَ وَالشَّقَائِقَ إِيَّكَ      لَيْلُ ثَنَاءٍ عَلَى ضَرِيحِ الشَّهِيدِ  
 ذَاكَ كَوْنُ الدِّمِ الَّذِي أَبْنَتَ الْحُجْرُ      كَدَ وَرَوَى بِهِ حَيَاةَ الْخُلُودِ  
 كَانَتْ إِحْدَى بَنَاتِ الْعَرَبِ وَاسْمُهَا فَاطِمَةُ تَسْقِي الْغُرَاةَ  
 مَاءً فِي حَرْبِ طَرَابِلِسَ، ثُمَّ أُسْتُشْهِدَتْ فَهُوَ يَلْقُبُ هَذِهِ  
 الْمَجَاهِدَةَ بِلَا سَيْفٍ وَتَرْسٍ "شَرَفَ أُمَّةَ الْإِسْلَامِ" وَكَانَتْ  
 عَيْنُهُ تَسْكِبُ دُمُوعَ الشَّعْرِ فِي هَذِهِ الْحَادِثَةِ، وَلَكِنْ مَا تَهَا  
 الْحَزِينَ كَانَ يَبْعَثُ أَيْضًا سِحْرَ النَّشِيدِ فِي الْبِسْتَانِ الَّذِي  
 أَذْبَلَتْ عَوَاصِفُ الْخُرَيْفِ أَغْصَانَهُ عَادَتْ إِحْدَى الْبِرَاعِمِ  
 السَّاقِطَةِ فَمِتَتْ وَفُتِحَتْ نَرْهَرُ الْجَمِيلِ بَعْدَ أَنْ ظَنَّ أَنَّهَا  
 جَفَّتْ وَمَاتَتْ؛

فِي ثَنَاءِ الْوُدْيَانِ تَخْتَبِي الْغُرُ      لِأَنَّ خَلْفَ الشُّعَابِ مُخْتَفِيَاتِ  
 وَالْبُرُوقُ اللَّوَامِعُ اسْتَتَرَتْ      خَلْفَ ضَبَابِ السَّحَابِ الْمُطَرَاتِ

کی تربت پر لالہ کے پھول نچھاور کرتے ہیں :-

سیر خاکِ شہیدِ برگِ ہائے لالہ می پاشم کہ خوش بانہالِ ملتِ ماسازِ گارِ آہ

عرب کی ایک لڑکی فاطمہ طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی

ہوئی شہید ہوئی۔ تو اُس بے تیغ و سپر جہاد کرنے والی کو وہ آہروئے اُمت

مرحومہ کا لقب دیتے ہیں۔ اگرچہ فاطمہ کے غم میں اُن کی آنکھ آنسو بہا رہی ہے

لیکن اُن کے نالہ ماتم میں نغمہ عشرت بھی موجود ہے، کیونکہ وہ دیکھتے ہیں

کہ جس باغ کو خزاں نے اُجاڑ دیا تھا، اور جس کے متعلق یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ

اس میں اب کوئی پھول کھل نہیں سکتا اُس میں ایسی کلی بھی موجود تھی۔ جس

راکھ کو مدت سے افسردہ سمجھا جا رہا تھا اُس میں ابھی ایسی چنگاریاں بھی

باقی ہیں، جن بادلوں کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ مدت ہوئی برس چکے

اُن میں ابھی بجلیاں سو رہی ہیں۔

اپنے صحرا میں بہت آہوا بھی پوشیدہ ہیں بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی ابیدہ ہیں

وبعد أن كشفت في جملة أشعاره تلك الحقائق الجليلة  
بيّن أيضاً أسرار الموت والحياة في كتابه "جاويدانامه" على  
لسان الملك الشهيد "تَيْبُو" الذي يُسمع قصته نهر "كاويرى".  
حيث يوضح أن الحياة أصل الحقيقة، وأن الموت خدعة  
عارضة. وأن الحياة محترمة على الأذلاء الذين استعبدتهم خوف  
الموت :

إِنَّ الْجَبَانَ يَمُوتُ فِي أَوْهَامِهِ  
حَذَرَ الْمَمَاتِ وَخَوْفَهُ يُفْنِيهِ  
وَالْحُرُّ سَعْدُهُ الْمَوَاطِنُ كُلُّهَا  
بِالْعَيْشِ حَتَّى مَوْتُهُ مُجْبِيهِ  
وَأَسْرَى الْمَنَايَا كَالْحَيَاةِ تَفَاوَتَتْ  
فِي سُوقِهَا الْأَفْئِدَارُ وَالْأَسْرَاحُ

ان مختلف طریقوں سے موت کے راز کو فاش کرنے کے بعد  
 زندگی اور موت کی حقیقت "جاوید نامہ" میں سلطان شہید ٹیپو  
 کی زبانی دریاے "کاویری" کو سنائی ہے۔ زندگی اصل حقیقت ہے، موت  
 ایک فریب اور دھوکا ہے۔ غلام کی موت کے خوف سے زندگی حرام ہو جاتی  
 ہے، لیکن بندہ آزاد کے لئے موت ایک لمحہ سے زیادہ نہیں، موت سے  
 اسکو نئی زندگی ملتی ہے۔ اگرچہ ہر موت مومن کے لئے خوش آئند ہے، لیکن  
 حسین ابن علی کی موت کچھ اور ہی شان رکھتی ہے :

ہر زماں میر و غلام از بیم مرگ      زندگی اور احرام از بیم مرگ

بندہ آزاد را شانے دگر

مرگ اور امی وہ جانے دگر

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر

مرگ پور مرتضیٰ چہیزے دگر

لَا يَسْتَوِي قَتْلُ الْحُسَيْنِ وَغَيْرِهِ

هَلْ يَسْتَوِي الْمِصْبَاحُ وَالْإِصْبَاحُ

لَيْسَ الْمَوْتُ إِلَّا سَمًّا لِلْحَيَاةِ الذَّلَّةُ؛ وَفَقْدُ الرُّؤُوسِ فِي

النِّضَالِ مَعَ الشَّرَفِ لَا يَقِلُّ قِيَمَةٌ عَنِ الْبَقَاءِ الدَّائِمِ. فَلَحْظَةُ مَنْ

عَمَرَ الْأَسَدَ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةِ الشَّاةِ مِائَةَ عَامٍ.

الْعُمُرُ لَا يُقَاسُ بِالْأَعْوَامِ وَالْعَقْلُ لَا يُقَاسُ بِالْأَجْسَامِ

وَالْيَوْمُ مِنْ عُمُرِ سُودِ الْأَجَمِ بِأَلْفِ عَامٍ مِنْ حَيَاةِ الْغَنَمِ

أَلْخِضْرُ قَدْ قَالَ لَهُ لِإِسْكَندَرُ

مَقَالَةٌ عَلَى الزَّمَانِ تُؤَثِّرُ

عِشْ سَاعَةً فِي لُحْجِ الْبَحَارِ وَمِثْ شَهِيدِ الْمَوْجِ وَالنَّيَّارِ

وَلَا تَعِشْ دَهْرًا كَعِيشِ الْخَامِلِ مُقَيَّدًا أَبَيْنَ صُخُورِ السَّاحِلِ

الْمَوْتُ فِي لَوْغَى وَفِي الْمِيدَانِ وَلَا حَيَاةُ الْأَسْرِ وَالْهُوَانِ



(کس نہ اند جز شہید این نکته را

کو بخونِ خود خسرید این نکته را)

غرض موت صرف بے غیرتی کی زندگی کا نام ہے، عزت اور آبرو کی  
زندگی میں سرکھونا ہی بقائے دوام سے کم نہیں بشیر کی زندگی کا ایک لمحہ بکری کی  
عمر کے سو سال سے زیادہ ہے سمندر کی موجوں سے ایک گھڑی مقابلہ کرنا اور  
اس مقابلے میں فنا ہو جانا نہراہ برس ساحل پر آرام کی زندگی سے خوشتر ہے۔  
زندگی راجست رسم و دین کمیش؟ یک دم شیرے بہ از صد سال میش

سکندر با خضر خوش نکته گفت

ست مریک سوز و ساز بحر و بر شو

تو این جنگ از کنا عرصہ بینی

بہمیسر اندر نبرد و زندہ تر شو

ليست قيمة الحياة بقصرها أو بطولها، ولكن قيمتها في  
أعمالها، ولذا تنها في جهادها. فالفرش يبذل الحياة رخيصة  
في لذة لمحة يطوف بها حول السراج حتى يفنى في ناسره  
المتوهجة؛

رَأَيْتُ الْفَرَّشَةَ حَوْلَ السِّرَاجِ      تَحْوِمُ عَلَى نَارِهِ بِالْجَنَاحِ  
فَحَاوَلْتُ إِنْقَادَهَا فَأَنْتَنَتْ      تَعَابَيْتُنِي فِي مَقَالٍ صَرَاحِ

هَبُونِي مِنْ دَهْرِكُمْ حَطَّةً      أَمْوُجُ بَهَا فِي اللَّهْيَبِ اضْطِرَابَا  
أَنَالَ بِهَا شَرْفًا فِي الْجِهَادِ      وَأُصْبِحُ مِنْ بَعْدِ هَذَا سُرَابَا

أَحِبُّ احْتِرَاقِي بِنَارِ شَيْتَانِي      وَلَا أَرْتَقِي عَيْشَةَ الْخَامِلِينَ  
فَنَاءُ الْفَرَّشَةِ فِي النَّارِ يَعْلُو      حَيَاةُ الْجَبَّانِ طَوَالَ لِسَانِي

زندگی چاہے مختصر ہو لیکن کام کی ہو، خضر کو اپنی عمر دراز میں زندگی کی  
کوئی لذت حاصل نہیں، لیکن پروانہ کو ایک پل بھر شمع کے گرد طواف کرنے میں  
حقیقی سُور نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ ہماری دنیوی زندگی صرف ایک  
دو لمحہ رہیگی لیکن ہمیں تب و تاب جاودانہ حاصل ہوگا۔ کام زیادہ اور وقت تھوڑا

شنیدم در عدم پروانہ می گفت  
دے از زندگی تاب و نیم بخش

پریشاں کن سحر خاکسترم را  
ولیکن سوز و ساز یک شہم بخش

شہر پریدہ رنگم مگذر جلوہ من  
کہ بتاب یک دو آنے تب جاودانہ دارم

الأعمال كثيرة والأوقات قصيرة. لَا يَهْمُنَا أَنْ نعيش  
طويلاً، ولكن يَهْمُنَا أَنْ نعمل عملاً جليلاً. إِنَّ الْأَحْيَاءَ  
الْحَقِيقِينَ هُمُ الَّذِينَ جَاهِدُوا، وَهُمْ الَّذِينَ صَوَّرْنَا جِهَادَهُمْ  
"إِقْبَالَ" وضرب لنا منهم الأمثال. ووقف "إقبال" على قبر نابليون  
وقفه المستعبر، مُفَكِّراً يقول: إِنَّ هَذَا وَإِنْ نَامَ فِي رَاحَةٍ  
الْأَبَدِ، وَلَكِنْ لَا يَزَالُ أَمَامَ عَيْنِنَا ذَلِكَ الْوَقْتُ الَّذِي زَلْزَلَ  
فِيهِ الْعَالَمَ، ثُمَّ يَكْشِفُ أَسْرَارَ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى  
ذَلِكَ الْقَبْرِ، وَيَتَرَكُ لَنَا رِسَالَاتِ الْحَيَاةِ وَالْعَمَلِ يَقُولُ لَنَا إِنَّ  
الدُّنْيَا لِحِظَةٌ أَوْ لِحْظَتَانِ، وَبَعْدَهَا نَوْمُ الْقَبْرِ الطَّوِيلِ فِي  
مَنَازِلِ الصَّامِتِينَ، فَاذْكُرْ سَهْمَكَ إِلَى قُبَّةِ الْفَلَكَ :-

إِذَا كَانَتْ الْأَقْدَارُ سِرًّا مُخْجَبًا      فَإِنَّ جِهَادَ الْحُرِّ يُجْلُو لَنَا الْقَدْرَ  
جِهَادُ الْفَتَى يَعْלו بِهِ فَوْقَ قَدْرِهِ      وَفَوْقَ الْأُمَانِي وَالْمَوَاهِبِ الْفِكْرَ

کام بھاری اور وقت سُبک پا ہے، ہماری زندگی  
 پا برکاب ہے، فرصتِ عمل دم بھر سے زیادہ نہیں  
 اس لئے جو کچھ کرنا ہے ابھی کرنا چاہیے۔

نپولین کے مزار پر کھڑے ہوئے اقبال سوچتے  
 ہیں، کہ اگرچہ اب یہ آرام سے سو رہا ہے لیکن  
 ایک وقت وہ تھا کہ اُس نے دنیا میں، بچل  
 مچا دی تھی۔ اس مزار پر کھڑے ہوئے وہ موت  
 کا راز کھول کر بیان کرتے ہیں، اور ہمارے لئے  
 زندگی اور عمل کا پیغام چھوڑ جاتے ہیں۔

راز ہے، راز ہے تقدیرِ جانِ تنگ و تاز  
 جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

لَقَدْ بَلَغَ إِسْكَندَرَ الْقِمَّةَ الَّتِي  
رَأَى جَبَلَ الْأَلُونِدِ أَسْيَافَ جَيْشِهِ  
وَيَمُورَيْنِ الْفَاتِحِينَ مَضَتْ لَهُ  
مِزْقٌ شَمْلُ السَّهْلِ وَالْوَعْرُ جَيْشُهُ  
بُنُورُ الْجِهَادِ الْحَيِّ سَارَ مُحَمَّدٌ  
مَكِيدُ جُنْدِ اللَّهِ حَوْلَ كَابِهِ  
أَرَى فُرْصَةَ الْأَعْمَالِ وَمُضَّةَ بَارِقِ  
إِلَى لُفُوزِ جَاهِدٍ مَا اسْتَطَعْتَ وَلَا تَقَمُّ  
مَنَازِلُ وَادِي الصَّامِتِينَ عَلَى الْبَلَى  
إِذَا الْعَزْمُ نَادَى قَارِمَ سَهْمِكَ صَاعِدًا  
يَقْصِرُ عَنْ أَدْنَى مَوَاقِعِهَا الصَّقَرُ  
فَأَذْعَنَ حَتَّى ذَابَ مِنْ رَعْبِ الصَّخَرِ  
وَقَالَعَ لَمْ يَسْمَعْ بِهِنَ زَمَانُ  
كَمَا انْسَابَ فِي شَلَالِهِ فِضَانُ  
بِجَيْشٍ عَلَى رَايَةِ الْفُوزِ الْكَلِيلُ  
فِيصْطَفَ بِالْبُشْرَى وَبِالنُّصْرِ جَبِلُ  
يُضِي سَنَاها لَمَحَةٌ وَيَزُولُ  
فِي الْقَبْرِ نَوْمٌ بَعْدَ ذَاكَ طَوِيلُ  
سَبَقَى بِهَا حَتَّى النُّشُورِ مَقِيمًا  
عَلَى قُبَّةِ الْأَفْلاكِ وَأَمِضَ عَظِيمًا

جوشش کردار سے شمشیر سکندر کا طلوع  
 کوہ آلود ہوا جس کی حرارت سے گداز  
 جوشش کردار سے تیمور کا سیل ہمہ گیر  
 سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز  
 صفت جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر  
 جوشش کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز  
 ہے مگر فرصت کردار نفس یا دو نفس  
 عوصنِ یک دو نفس قبر کی شب ہائے دراز  
 ”عاقبت منزلِ ما وادیِ خاموشان است  
 حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز“

ختم شد





اقتال کا  
”ترانہ ملی“

اور اُس کا

عربی ترجمہ

از

پروفیسر اعظمی و صاوی شعلان

# النشيد الإسلامي

”نشيد جماعة الأخوة الإسلامية - بمصر“

الصَّابِرِينَ لَنَا وَالْعَرَبَ لَنَا	وَالْهِنْدَ لَنَا وَالْكَلَّ لَنَا
أَضْحَى الْإِسْلَامُ لَنَا دِينًا	وَجَمِيعَ الْكَوْنِ لَنَا وَطَنًا
تَوْحِيدَ اللَّهِ لَنَا نُورًا	أَعَدَّ دُنَا الرُّوحَ لَهُ سَكَنًا
الْكُوفُومَ يَزُولُ وَلَا تُمُحَى	فِي الدَّهْرِ صَخَائِفُ سُودِ دَنَا
بُنِيَتْ فِي الْأَرْضِ مَعَابِدُهَا	وَالْبَيْتُ الْأَوَّلُ كَعْبَتُنَا
هُوَ أَوَّلُ بَيْتٍ حَفِظَهُ	بِحَيَاةِ الرُّوحِ وَحَفِظُنَا
فِي ظِلِّ لَسَيْفِ تَرْبِيِّنَا	وَبَنَيْنَا الْعِزَّ لِدَوْلَتِنَا
عَلَّمَ الْإِسْلَامُ عَلَى الْأَيَّامِ	شِعَارَ الْمَجْدِ مِلَّتِنَا
بِهِلَالِ النَّصْرِ يُضِيءُ لَنَا	وَمِثْلُ خَنْجَرٍ سَطَوَتْنَا
قُولُوا لِسَمَاءِ الْكَوْنِ لَقَدْ	طَاوَلْنَا النُّجُومَ بِرُفْعَتِنَا

# اسلامی نشید

(جو جماعت الاخوانۃ الاسلامیہ مصر کا خاص ترانہ ہے)

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا  
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا  
توحید کی امانت سیٹوں میں ہے ہمارے  
آساں نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا  
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا  
ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا  
یتیموں کے سائے میں ہم ملکر بچواں ہوئے ہیں  
خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا

يَا دَهْرُ لَقَدْ جَرَيْتَ عَلَيَّ  
طُوفَانُ الْبَاطِلِ لَمْ يُغْرِقْ  
يَا ظِلُّ حَدَائِقِ اُنْدُلُسٍ  
وَعَلَى أَغْصَانِكَ أَوْ كَأَرْ  
يَا دَجَلَةٌ هَلْ تَجَلَّتْ عَلَيَّ  
أَمْوَاجُكَ تَرَوْنِي لِلدُّنْيَا  
يَا أَرْضُ النُّورِ مِنَ الْحَرَمَيْنِ  
رَوْضُ الْإِسْلَامِ وَدَوْحَتُهُ  
وَمُحَمَّدٌ كَانَ أَمِيرَ الرِّكَبِ  
إِنَّ اسْمَ مُحَمَّدٍ الْهَادِي  
دَوْتُ النُّشُودَةِ إِقْبَالٍ  
لِيُعِيدَ قَوَائِلَنَا الْأُولَى  
نِيزَانِ الشِّدَّةِ عَزَمَتْنَا  
فِي الْخَوْفِ سَفِينَتَهُ قُوَّتْنَا  
أَلَسَيْتَ مَغَانِي عِشْرَتِنَا  
عَمُرْتُ بِطَلَايِعِ نَشَاتِنَا  
شَطِيبُكَ مَا أَثَرِ عَزَّتِنَا  
وَتُعِيدُ جَوَاهِرَ سِيرَتِنَا  
وَيَا مِيلَادَ شَرِيعَتِنَا  
فِي أَرْضِكَ رَوَاهِدُ مَنَا  
يَقُودُ الْقَوْمَ لِنُصْرَتِنَا  
رُوحُ الْأَمْالِ لِنَهْضَتِنَا  
جَرَسَا أَيْقَظُ فِيهِ الزَّمَانَا  
فِي الْمَجْدِ وَيَبْعَثُ أُمَّتِنَا

باطل سے دہنے والے اے آسمان نہیں ہم  
 سو بار کرچکا ہے تو امتحان ہمارا  
 اے گلستانِ اُندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو  
 تھا تیری ڈالیوں میں جبک شیاں ہمارا  
 اے موجِ دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو؟  
 اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا  
 اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مے ہم  
 ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا  
 سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا  
 اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا  
 اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا  
 ہوتا ہے جادہ تمپا پھر کارواں ہمارا

# نشيد الأخوة الإسلامية

تُرْفُفُ إِلَى الْمُسْلِمِينَ النِّدَاءُ	بَنُورِ الْوَنَاءِ وَبُشْرَى الْإِحْيَاءِ
بِتَوْحِيدِهِ وَحَدِّ الْمُسْلِمِينَ	هَلِّمُوا جَمِيعًا قَرِيبُ السَّمَاءِ
كَقَبْلَتِنَا فِي جَمِيعِ الشُّعُوبِ	أُخُوَّتِنَا بَيْنَ كُلِّ الْقُلُوبِ
مَعَ الشَّرْقِ وَالْعَرَبِ فِي كُلِّ حِينٍ	تَلَاقِ الشَّمَالِ بِهَا وَالْجَنُوبِ
وَجَمْعِنَا فِي الْجِهَادِ الْحَيَاةِ	تَوَحَّدْنَا فِي الصَّفُوفِ لِصَلَاةِ
لِلْإِشْعَارِ دُنْيَا وَإِعْلَاءِ دِينٍ	إِلَى الْإِتِّحَادِ دَعَانَا إِلَهُ
لِدِينٍ بِهِ كُنَّا أَقْرَبَاءَ	مِصْرَ وَإِيرَانَ وَمُزَ الْوَفَاءِ

تَسَامَى بِهِ فِي الْحَيَاةِ الْإِحْخَاءُ	لِعُرْبٍ وَتُرْكٍ وَهِنْدٍ وَصِينٍ
لَقَدْ خَلَدَ الدِّينُ فِينَا مِثْلَ لَا	تَزِيدُ بِهِ أُلْفَةً وَائْتِصَالًا
فَأَخَى صَهْبِيًّا وَأَوْى بِلَا لَا	وَنَادَى بِسُلْمَانَ فِي الْأَقْرَبِينَ
حَيَاةُ الْأَخُوَّةِ مَجْدٌ رَفِيعٌ	وَعَيْشُ التَّفَرُّقِ مَوْتُ سَرِيعٌ
لِلدِّينِ الْجَمَاعَةُ نَادٍ وَالْجَمِيعُ	وَعِيشُوا بِإِيمَانِكُمْ أَجْمَعِينَ
بَنَيْنَا الْإِحْخَاءَ لِكُلِّ الدِّيَارِ	عَلَى أُلْفَةٍ أُيُنَعَتْ بِالْفَخَارِ
كَمَا يَنْظُمُ الرُّوضُ كُلُّ الشَّجَارِ	كَمَا تَجْمَعُ الْجَنَّةُ الْمُتَّقِينَ
فَهَيَّا ارْفَعُوا لِلْإِحْخَاءِ الْعِلْمُ	وَسِيرُوا بِهِ جَمْعَةً فِي الْأُمَمِ
يَصْفُو النَّاسُ وَصِدْقِي الْهَمَمُ	تُعْبَدُ السَّلَامُ إِلَى الْعَالَمِينَ

الكتاب الثاني  
في

الإقباليات

للككتور العلامة الأستاذ عبد الوهاب عزام المصري  
الأستاذ بالجامعة المصرية  
ورئيس جماعة الأخوة الإسلامية بمصر



# تعارف

ڈاکٹر عبد الوہاب عزّام صاحب مصر میں علم و دوست نوجوانوں کے ہر دلیقز  
قائد اور مشرقیات کے ولدادہ اور ماہر ہیں۔ آپ نے عربی تعلیم دارالعلوم اعلیٰ میں پائی  
اور وہیں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ آخر میں ڈاکٹری کی سند جامعہ مصریہ سے لی، اور اس  
سلسلہ میں شاہ نامہ کا عربی ترجمہ پیش کیا۔ اور ایم۔ اے کی ڈگری انگلستان سے لیکر  
لندن میں مصری سفارت خانہ کے پانچ سال تک پیش امام رہے۔ واپسی پر جامعہ مصریہ میں  
پروفیسر مقرر ہوئے، اور شعبہ مشرقیات کے صدر رہے، اور آج کل ازہر یونیورسٹی  
کے مشہور ادبی کالج کلیۃ اللغۃ العربیۃ کے پرنسپل یا عمید ہیں۔

آپ مرکزی اخوت اسلامیہ قاہرہ کے صدر اور صاحب المعالیٰ عبدالرحمن  
عزّام بک جنرل سکریٹری عرب لیگ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ انگریزی وغیرہ کے  
علاوہ فارسی اور ترکی میں پوری مہارت رکھتے ہیں، اور اہل زبان کی طرح گفتگو  
کرتے ہیں، اردو بھی پڑھ لیتے ہیں، اور علامہ اقبالؒ سے تبادلوہ خیال بھی کر چکے  
ہیں۔ اور سب سے پہلے علامہ اقبالؒ کے متعلق آپ ہی نے مضامین شائع کر کے  
مصریوں سے متعارف کرایا۔

# محمد إقبال

شاعر الإسلام وفيلسوف

ذلك نص المعاصرة التي ألقاها الدكتور عبد الوهاب عزام بدعوة من جماعة الأخوة الإسلامية في دار الشبان المسلمين يوم حفلة التأبين للمغفور له محمد إقبال. وقد سمعها كثير من رجال لاقطار الإسلامية في مصر ونشرت في مجلة الرسالة سنة ١٩٣٨ م. ينتسب إقبال إلى أسرة قديمة برهمنية دخلت في الإسلام منذ ثلاثة قرون. وكانت تقيم في كشمير ثم اضطرتها الحادثات أن تهاجر إلى البنجاب. واستقر بيت إقبال في سيالكوت من إقليم البنجاب حيث ولد سنة ١٨٧٦؛ وبدأ تعليمه في هذا البلد وظهرت فيه مخايل النبوغ وكان يسبق أقرانه ويظفر بمكافآت الحكومة التي تمنحها النابغين من التلاميذ وفي

سيالكوت درس الأدب الفارسي والعربي على ميرحسن أحد  
الأدباء النابهين.

ثم انتقل الشاب النجيب الى لاهور فدخل كلية الحكومة  
ولقى بها السير توماس آرنولد فأخذ عنه الفلسفة وقد سمعت  
الأستاذ آرنولد يفتخر بأن إقبالاً تلميذ له. وأتقوا إقبال دراسته  
متفوقاً ظافراً بالجوائز الكثيرة. ثم نصب مدرساً للفلسفة في  
الكلية الشرقية بلاهور.

وقد شد إقبال الشعر وهو تلميذ فانتظر الأدباء منه شاعراً  
عظيماً. وفي سنة ١٩٠٥ سافر الى أوروبا فدرس في كمبرج ثم في  
ميونخ حيث نال درجة دكتور في الفلسفة. وكان في أوروبا  
مثالاً للجد والمثابرة وموضع ثقة أساتذته. وقد استخلفه أستاذ  
آرنولد حينما غاب عن كمبرج شهوراً. ولم ينس في أوروبا أن

يُدافع عن الإسلام ويبين مزاياه . فألقى في الكليات محاضرات في  
هذا الموضوع .

ورجع الدكتور إقبال إلى الهند سنة ١٩٠٨ فأحسن قومه  
استقباله راجين فيه خيراً لأُمته ودينه . وعمل في المحاماة  
واستعان به المسلمون في كثير من شؤونهم . وما زال يزداد  
مكانه في السياسة والأدب حتى بلغ ما بلغ من المجد ذاع  
صيته في الهند وغيرها . ولا يتسع المجال لتفصيل الكلام في  
تاريخه وسياحته في الهند وأفغانستان وفي الهند لس و  
أوروبا وذهابه إلى مصر والقدس . بدأ إقبال نظمه في اللغة  
الأوردية فنشر في الصحف وأنشد في الجامعات قطعاً كثيرة جمعها  
بعد في ديوانه الذي سماه "بانك در" أي "صوت الجرس"  
ففي هذا الديوان أول أشعاره ولكنه لم يكن أول دواوينه

انتشاراً - وهذه كتب إقبال على ترتيب نشرها :-

١ - أسرار خودي      ٦ - جاوید نامه

٢ - ره وزي خودي      ٧ - مسافر

٣ - بانك درا      ٨ - ضرب كلم

٤ - پیام مشرق      ٩ - بال جبریل

٥ - زبور عجم

وقدمات رهونظم: ارمغان حمياز

ومن هذه منظومات التسع ثلاث في اللغة الأوردية هي

بانك درا، و ضرب كلم، وبال جبریل و آخریات في الفارسية

وله غير ذلك، ولفان باللغة الانكليزية، الأول تطور ما

وراء الطبيعة في فارس، والثاني: محاضرات، حاول فيها أن يبني

العقائد الإسلامية على فلسفة جديدة وجعل عنوانها:

إصلاح الأفكار الدينية الإسلامية .

فأما منظوماته : باناث درا ، وزبور عجم و ضرب كليم ، فقد ضمنها قطعاً كثيرة تبين عن مناح كثيرة من فلسفته وعواطفه يتناول فيها العالم ولا انسان والأخلاق ، ويجاول جهده ايقاظ الشرقيين عامة والمسلمين خاصة ، وتبصيرهم بطرائق الحياة واشغال الحماسة والغيرة والاقدام فيهم .

وأما منظوماته الصغيرةتان : مسافر وبال جبريل فقد سجل في الأولى ما أثارته في نفسه زيارة أفغانستان اذ دعا ملكها المرحوم نادر شاه وهو وبعض مفكرى الهند ليستشيرهم في إنشاء جامعة في كابل ، وفي الثانية مشاهدته في بلاد الاندلس وأما جاويد نامه فهي رحلة في الأفلاك ، دليله فيها جلال الدين الرومي لقي بها عظماء المسلمين من ملوك وأدباء

وعلماء ومنهم بعض رجال العصر كالسيد جمال الدين الأفغانى  
وسعيد حلیم باشا ومهدى السودان وقد سَمَّاهَا باسم أحد  
أنجاله جاوید وأراد بها بناء جيل جديد.

وأما پیام مشرق فقد جعله جواباً للشاعر الألمانى الكبير  
"جوته" عن ديوان الغرب الذى أسف فيه لما أصاب المدنية  
الغربية وتمنى أن يمد لها المشرق بعقائد وعواطفه وإذا  
عبرنا هذين الكتابين عرفنا فلسفة إقبال وآراءه ومذاهبه  
فى الحياة وخیاله وفنه فى الأدب.

نشر پیام مشرق سنة ١٩٢٣ وكتب على صفحته عنوانه:-  
"ولله المشرق والمغرب" وكتب تحت اسم الكتاب "فى جواب  
الشاعر الألمانى جوته" والديوان أقسامه:

الأول: لاله طور: أمى شقائق الطور وفيه ١٤٣ رباعية.

والثاني: أفكار وفيه عناوين مختلفة مثل الوردية الأولى،  
 لتخدير الفطرة وهي محاورة بين آدم وإبليس، فصل الربيع،  
 الحياة الخالدة، أفكار النجوم، محاورة العلم والعقل، الحكمة  
 والشعر، قطرة ماء، العبودية -

والثالث: مئة باقى - أى النحر الباقية، وهي قطع متشابهة فيها  
 نزعة التصوف مزوجة بفلسفة الحياة -

والرابع: نقش فرائد، وفي هذا القسم يتكلم عن عظماء  
 الفلاسفة والشعراء فى أوربا ويبيّن رأيه فيهم

وهذه أمثلة من شعر إقبال فى هذا الديوان بعد أن  
 تذهب الترجمة النثرية بكثير من جمالها وروائها

## الحياة

بكى سحاب الربيع فى جنح الليل فقال: هذى الحياة بكاء



مستمرفتلاً لا البرق الخاطف:

قد أخطأت! إنها لمحات من الضحك . ليت شعري  
من روى لبستان هذا الحديث فهو حوار مستمربين الندى  
والورد .

## اليراعة

سمعت اليراعة تقول: لست كالنملة يتال لناس شرها؛  
ولست كالفرشة تصطلي بئار غيرها . أنا أشتعل بنفسى ولا  
أحمل لأحد مَنًّا .

إذا صار الليل أحلك من عين الطبي أنرت بنفسى لنفسى الطريق

## الحقيقة

قالت العقاب بعيدة النظر للعنقاء: ان الذى تدركه  
عينى سراب . أجابت العنقاء: أنت ترين ذلك ولكنى أعلم

أنه ماء. فنادت السمكة من لجة البحر: هنا وجود لا شك فيه،  
وهو في هياج واضطراب.

## الحكمة والشعر

ضلّ أبو علي في غبار الناقة، وأمسكت يد الرومي ستر الهوى  
هذا غاص حتى ظفربا الجوهر الآلاء، وذلك دار مع الغناء على  
وجه الماء. الحق إن لم تكن فيه حرقه فهو حكمة، وهو شعر إذا  
قبس من القلب نارا.

## الوحدة

ذهبت الى البحر فقلت للبحر المصطحب: أنت في سعي  
دائم فما خطبك؟ في جيبك آلاف الآلاء في فهل في صدرك  
جوهر من القلب كالذي في صدري. فاضطرب وجزر ولم  
يجر جوابًا.

ذهبت الى الجبل فسألت: ما هذا الجمود؟  
 ألا ينال سمعك صيحات المكروبين وأهات المحزونين؟  
 إن يكن العقيق الذى فى أحجارك قطرات من الدم فخذنى  
 فانى محزون -

فانقبض وصمت ولم يخرج جواباً.



قطعت طريقاً بعيدة..... وسألت القمر: يا جواب  
 الآفاق! هل قد راك فى سفرك قرار؟  
 العالم حديقة ياسمين من شعاع وجهك، فهل نور  
 وجهك من قلب يتجلى؟

فرأى رقباء بين الأنجم فلم يخرج جواباً.



تخطيت القبر والشمس الى حضرة الخلاق فقلت ليس  
 في عالمك ذرة تعرفني - العالم مملو من القلب وأنا قبضة من  
 التراب - ولكنهما كلاهما قلب -  
 إن هذه المروج جميلة ولكنها ليست أهلاً لنغماتي -  
 فتبسم ولم يخرج جواباً -

### نسيم الصباح

إني آتية من صفحات البحار وفتما الجبال ولكن لست  
 أدري من أين أهب - إني أبلغ الطائر المحزون رسالة الربيع  
 وأنثري دارة فضة الياسمين - وأقلب في المرج وألتمس  
 على أغصان الشقائق فأبعث اللون والرائحة من مسامعها  
 وأتعلق رفيقة رفيقة بأوراق الورد والزهر حتى لا أثقل على  
 أغصانها - وإذا رأيت شاعراً ها جتته هموه العشق خلطت

بنغماته نفساً بعد نفس -

## العشيق

عندي خبر هذه الكلمة الأخاذة للقلوب التي هي  
سر ولا يست بسر - أنا أنبئك من سمعها وأين سمعها !  
استرقها الندي من السماء فأوحاها إلى الورد ، وأغنن لها  
عن الورد البلبيل ونشقتها عن البلبيل سراج الصبا .

## نغمة حادي الحجاز

يا ناقتي الخطارة وظبيتي المعطارة

ناقة سيّار من آه و - ع تارتار من

وعديتي والشاردة

درهم و دينار من

والمال والتجارة يا د ولتي السيّارة !

انذك وبسيار من دولته بيهار من

حَتَّى الْخَطِيءِ قَلِيلًا      مَنْزِلُنَا قَرِيبٌ  
تِيَسَزْ تَرَكْ گام زن      مَنْزِلِ ما دُونِ نِيسْتِ

جَمِيلَةُ الرِّوَاءِ      مَطْرِبَةُ الرِّغَاءِ  
وَلَكُشْ وَزِيَا سَتِي      شَاهِدِ رَعْنَا سَتِي

مَحْسُودَةُ الْحُسْنَاءِ      وَغَيْرَةُ الْحَوْرَاءِ  
رَزْگَشْ عَوْرَا سَتِي      غَمِرتِ لِيلا سَتِي

بَيْنَتِ الصَّحْرَاءِ  
وَحْتَرِ صَحْرَا سَتِي

حَتَّى الْخَطِيءِ قَلِيلًا      مَنْزِلُنَا قَرِيبٌ  
تِيَسَزْ تَرَكْ گام زن      مَنْزِلِ ما دُونِ نِيسْتِ

كَمْ غَصَّتْ فِي الشَّرَابِ      فِي وَقْدَةِ الْيَبَابِ  
دَر تَبَشِشِ آفتَابِ      غَوَطِ زَنِي دَر سَرَابِ

وسرت لم تهابی فی الیسل کالشهاب  
ہم بہ شب ماہتاب تندروی چوں شہاب

والنوم عنک نابی  
چشم تو ناویدہ خواب

حُثی الخطی قلیلاً منزلمانا قریب  
تیسر ترک گام زن منزل ماورد نیست

قطعت غیم غادی سفینۃ الرواد  
لکڑ ابر رواں کشتی بے بادیاں

کالخضر فی البوادی تمضین فی سداد  
شکل خضر راہ داں بر تو شبک ہر گراں

قلذۃ قلب الحادی  
لخت دل سارباں

حتی الخطی قلیلاً      منزلنا قریب  
تیزترک گام زن      منزل ما دور نیست

هیاماک الزمام      وسیرک الأتغام  
سوز تو اندر زمام      ساز تو اندر خیرام

یتعبک المقام      لا الجوع ولا الأوام  
بے خورش و تشنه کام      پا به سفر صبح و شام

والسفر المدام  
خسته شوی از مقام

حتی الخطی قلیلاً      منزلنا قریب  
تیزترک گام زن      منزل ما دور نیست

ممسية فی الیمن      مصبحة فی قرن  
شام تو اندر یمن      صبح تو اندر قرن



ترین حزن الوطن      کالخنز تحت الثفن  
ریگ درشت وطن      پائے ترا یکسمن

ایہ غزال الختن  
اے چوغزال ختن

حتی الخطی قلیلاً      منزلنا قریب  
تیس ترک گام زن      منزل ما دور نیست

بدر السماء نعسا      خلف التلال خنسا  
مہ ز سفر پاکشید      در پس تل آرمید

والصبح قد تنفسا      مرق هذا الغلسا  
صبح زمشرق دمید      جامہ شب بردید

والریح تزجی نفساً  
باد بیا باں وزید

حتی الخطی قلیلاً      منزلنا قریب  
تین ترک گام زن      منزل ما دور نیست



لحنی دواء السقم      والروح ملء نغمی  
نغمه ما دلکشائے      زیر و بمش جانقزائے

یحد والرباب کلی      من جارح و بلسم  
قافله بارادرائے      فتنه ربا، فتنه زکے

هلم بنت الحرم  
اے یہ حرم چہرہ سائے

حتی الخطی قلیلاً      منزلنا قریب  
تین ترک گام زن      منزل ما دور نیست



ومن کلامه فی "نقش فرنگ" وهو القسم الرابع من

"پیام مشرق"

## جمعية الأَقوام

يريد المرثرون أن يستنوا سنة جديدة ليُمحو آية  
الحرب من هذا المحفل العتيق.

فما عرفت قبل اليوم أن جماعة من سُراق الأكفان  
ألفوا جماعة لتقسيم القبور.

### نيتشه

خفق قلبه لضعف عناصر الإنسان، وخلق فكرة  
الحكيم صورة أحكم وأمتن، فأثار بين الغربيين هياجًا  
بعد هياج، مجنون وبلع مصانع الزجاج.

إذا بغيت تغية فقره، فليس في ثايه إلا قصف  
الرعد. قد دفع مبضعه في قلب الغرب وأحمرت يده  
من دم الصليب. هذا الذي بنى معبدًا للصنم على

قواعد الحرم، قد آمن قلبه وكفرد ماغده .

## جلال الدين الرومي وهيجل

كنت ليلة أحاول أن أحل عقد الحكيم الألمانى ذلك  
الذى خلع فكره على الأبدى كسوة الآنى، والذى أنجل  
العالم إذ ضاق عن سعة خياله . فلما نزلت فى بحره صارت  
سفينة العقل طوفانا، ثم سحرني النوم فأغمضت عيني عن  
الفانى والباقي، وازداد شوقى وقدة فتجلى لى وجه الشيخ  
الإلهى، الشمس التى أضاءت أفاق الشام والروم، والذى  
وضع شعلته مصباح هدى فى هذه الدنيا المظلمة، الذى  
نموا المعانى من كلماته كما تنمو شقائق النعمان .

قال لى كيف تنام استيقظ، انك تجرى سفينة فى  
سراب . إنك تجتاز طريق الفسق بالعقل . انك تبحث عن

الشمس بمصباح -



وأما أسرار خودى ورموزى خودى: أى أسرار  
الذاتية، ورموز اللاذاتية (أ وأسرار الأنانية ورموز الإثبات)  
فهما المنظومتان اللتان شرح فيهما آراءه شرحاً مرتباً و  
جعل للبحث خطة واضحة

بين في الكتاب الأول قوة الذاتية وضرورتها في الحياة  
ودعا إليها: هذه الحياة جهاد مستمر، والرجل الحى حقاً  
هو الذى يوقظ كل قواه، ويستخرج كل ما فى فطرته ويتأهب  
بمواهبه وأدواته للجهاد - السكوت موت، والتقليد فناء -  
والحركة حياة، والإستقلال وجود ..... الخ

وبيّن فى رموزى خودى كيف تلتئم هذه الفردية

القوية الكاملة في الجماعة، وكيف تقوى الجماعة وتضعف،  
وكيف تصلح وتفسد، وكيف تهتدى وتضل :

يشرح في أسرار الذاتية بعد المقدّمات موضوعات منها:  
أصل نظام العالم من الذاتية، وتسلسل حياة أعيان الوجود  
موقوف على استحكام الذاتية.

حياة الذاتية من تخليق المقاصد وتوليدها

الذاتية لتتحكم من العشق والمحبة

الذاتية تضعف بالسؤال

الذاتية إذا استحكمت تستخرقوى لمعالم الظاهرة والخفية.

ففي الذاتية من اختراع الأقسام المغلوبة ليضعفوا من

طريق خفي أخلاق الأقسام الغالبة

افلاطون الذي أثر في التصوف والآداب الإسلامية

ذهب مذهب الحروفية، والاحترار من أفكاره واجب -

ثم بين أن تربية الذاتية لها ثلاث مراحل:

الأولى الطاعة والثانية ضبط النفس، والثالثة النيابة الإلهية،

فالمقطوعات الثانية يتكلم في مثل هذه الموضوعات:

الأمة تظهر من اختلاط الأفراد، ومما تربيتهما من النبوة:

أركان الأمة الإسلامية - الركن الأول لتوحيد - اليأس

والحزن والخوف أمتهات الشرور، والتوحيد ينزل هذه الأمور

الجنيشة.

الركن الثاني الرسالة - المقصود من الرسالة المحمدية

تأسيس الحرية والمساواة والأخوة بين بني آدم -

الأمة المحمدية مؤسسة علم التوحيد - والرسالة فليس لها

حدود مكانية. الأمة المحمدية ليس لها نهاية زمانية أيضًا.

حياة الأمة تحتاج إلى مركز محسوس، وهو للمسلمين البيت الحرام.  
 خلاصة معنى الكتاب وتفسير صورة الاخلاص، وهذه أمثلة  
 من أسرار خودي :

## نهر الكنج وهما لايا

قال نهر الكنج يومًا لجبل هما لايا وهو يجري في سطحه أيها  
 المتوج بالبرد من فجر الخليفة والمنتطق بالأنهار الجارية جعلك  
 الله نجي السماء، ولكن حرمك التبخر في العراء، ما غناء الرقاد و  
 الرسوخ والرفعة، وقد سلبت الحياة والحركة، الحياة سعى دائم  
 كال موج، وجوده حركة الدائمة. فلما سمع الجبل تعبيرا لنهر أرسل  
 أنفاسه بجرا من نار وقال: يا من اتخذت صفحة مرآتي أكننت  
 مئات من مثاله في صدري. هذا التبخر زينة الفناء، يا من  
 ذهب عن نفسه فقد حرم البقاء. قد غفلت عن مقامك وفجرت



بزوالك يا وليد الفلك الرفيع؛ إن خيراً منك الساحل لو ضيع.  
 قد مت نفسك قربانا للمحيط؛ ونثرت روحك لقاطع الطريق.  
 كن في بستانك ورداً ولا تذهب وراء القاطف لتشرع بك  
 إن الحياة ان تنمو في مكانك؛ وأن تنشر العبير في بستانك -

خلت القرون وأنا في طينتي ثابت القدم؛ وتحسبني إلى  
 الغاية لم ألتقدم؛ كلا قد عظمت حتى بلغت السماء؛ واستراحت  
 على سفح الجوزاء. ضل وجودك في البحر الخضم. وصارت ذروتي  
 مسجد الأنجم عيني بأسرار الفلك بصيرة؛ وأذني بطيرانه خبيرة.  
 احترقت بنار السعي الدائم. فجمعت في صدري الجواهر في  
 صدري حجارة؛ وفي الحجارة النار؛ وليس للماء إلى هذه النار <sup>سبيل</sup>  
 أن كنت قطرة فلا ترق نفسك بيدك؛ بل جاهد اللجة  
 وحارب اليم لحياتك. كن جوهر الأرز في يد جيل الحسناء ضياء

أو اسم بنفسك وأسمع المطار وكن سحاباً يرمي البروق ويمطر  
 البحار ليستجدي البحر احسانك ويشكو ضيقه عن إنعامك و  
 يرى نفسه أقل من موجة لديك ويرتمي على قدميك .

### قصة الطائر الذي ألهكه العطش

بلغ العطش من طائر جهداً فاضطرب نفسه موجة من  
 الدخان في صدره ، فأبصر في بستان شذرة من الماس لوضاء  
 فخل إليه العطش أنهما ماء ، وخذعت الطائر المجهود هذه  
 الشذرة المتلألئة كالشمس فتوهم الحجر الصلب ماء سائلاً ، وغر  
 من هذا الجوهر بريقه فضرب بمنقاره فلم تنقع غلته . قالت  
 الماسة : يا طائر المسحور اشد ما ضربت بمنقار الغرور  
 لست فطرة من الماء ، ولا مشربة للظلماء ليست حياتي من  
 أصل غيري . إن محاولة التقاطي جنون وغرور ، وغفلة عن الحياتي

الذاتية الظهور إن مائى يكسر من الطير منقارة . ويصنع من  
الانسان جوهر روحه . خاب أمل الطائر فاعرض عن هيزبه .  
الشذرة الوضاعة . وانقلب الأمل فى صدره حسرات . واستحلت  
أنيناً هذبة النغمات . ثم بصرت قطرة من الطل على فتن من الورد  
تتلا أكدامعة من عين البليل ضياءؤها أفناناً فى وهج الشمس  
وهى من خوف الشمس فى رعدة كوكب ولدته السماء فلبثت  
لمحة فى نشوة الظهور والضياء . وخذعت ألوان الأكام والأزهار  
فلم يأخذ من الحياة نصيباً كدمعة العاشق العليل . لفتها هيب  
لتسيل -

ويسرع الطائر إلى فتن الورد فيلقط قطرة الندى . أيها  
المبتغى نجاة من الأعداء أخبرنى أجوهر أنت أم قطرة من ماء  
المرتر إلى الطائر حين أذاب العطش منهجته كيف وقى بحياة غيره

حياته ولم تكن القطرة في صلابة الجوهري ولكن كانت الماسة  
صلابة المكسر فلا تغفل عن حفظ الذاتية لمحة ولكن قطعة ماء  
لاقطرة.

كن ناصح الفطرة راسخاً كالجبال وتحمل بجاراً من السحاب  
الهطال - وجد نفسك تقوى نفسك واستحل فضة بجهود  
زئبقك - أظهر نعمة الذاتية من أوتارها وتجل للناس بأسرارها.

## في الكلام على الوقت

اسمع نكتة تضيئ كالدر لتعرف فرق ما بين العبد والحريز  
العبد ضال في الليل والنهار والزمان في قلب الحر ضال - العبد  
ينسج من الأيام كفته ويخييط الليل والنهار على نفسه والحر يخلع  
نفسه من الطين ثم ينسج على الزمان محرابه المتين - العبد طائر  
في شبكة الصباح والمساء حرمته روحه لذة السبع في الهواء

وصدر الحر الهمام قفص لطائر الأيام . فطرة العبد تحصيل الحاصل  
 وخواطره تكرر قاتل . مقامه من الجمود واحد وصوته بالليل  
 والنهار راكد . والحر كل حين خلاق يسكب نغمه مجددة في  
 الآفاق . فطرته لا تحتمل التكرار وليست طريقة خلقه البركان  
 العبد في سلاسل من أيامه ، والقضاء والقدر ورد لسانه  
 وهمة الحر مثيرة على القضاء قصوريدة الحادثات كما تشاء .  
 الماضي والآتي ما ثلان لديه ، والآجل عاجل بين يديه ....  
 نصر الله عهداً كان سيف الزمان حليف أيدينا على الأحداث  
 فبذرنا الدين في أرض لقلوب ، ورفعنا الحجاب عن وجه الحق  
 المحجوب ....

وحلت عقدة الدنيا أناملنا ونضرو وجه الأرض سجودنا  
 وشربنا الصهباء من دن الحق ، ثم سرنا بنشوته بين الخلق - يا من

أترعت كأسه الخمر المعتقة، وأذابت كأس الصهباء المحرمة،  
وملأه الكبر والغرور، فعيّرنا بالفقر والمترية. لقد كانت كأسنا  
كذلك زينة المحافل، يوم كنا وصد رنا بالقلب أهل، وثار من  
غبار أقدامنا عصر حديد. ينجلي بكل أمل بعيد، ورويت منيرة  
الحق بد مائنا، وسعد عبّاد الحق ببلائنا، ودوى العالم بتكبيرنا  
وعمرت كعبات من ترابنا. وأنزل الحق كلمة "اقرأ" فينا، ثم قسم  
رضقه بأيدينا. فإن يكن ذهب منا الخاتم والتاج، فلا  
تحقر ذلك الفقير المحتاج. إن نكن بزعمك مفسدين، وبالأفكار  
العتيقة مغرمين، فنحن لا نزال الأحرار أنصار التوحيد، قوامين  
على العالمين والله شهيد -

فرغنا من غم اليوم والغد، وحالفنا الله الأحمد فنحن في  
قلب الحق سر مكنون، ونحن ورثة محمد وموسى وهارون

لا يزال نورياً في الشمس والقمر مصوناً ولا يزال سبحانه بالبرق  
مشحوناً .

إن ذات المسلم مرآة الحق . وإن وجود المسلم من  
آيات الحق

هذا دأمله قليلة من شعراقبال وإقبال من الأسراء  
والأنكر والخيالات ما يستعصى على الحصر؛ ولكن يستطيع دار  
شعره أن يقول إن أدبه يتناول العالم كله، وأن فلسفته  
تقوم على قواعد أبينها القوة - قوة الفرد وقوة الجماعة -  
وقوة الأخلاق - والاستقلال الذي لا يعرف التقاليد  
والحرية التي لا تضيقها قيود؛ والجمال في الأنفس والآفاق  
وهو تصدده الأعلى تهذيب الإنسان وخاصة المسلم

يشرح له من حقايق الحياة، ويبين له من مثل الفضيلة، و  
 يكشف له عن أسرار الإسلام ومجد المسلمين الأولين حتى يملأه  
 قوة وحماساً وأملًا وإقدامًا، ثم يوجهه في معترك الحياة الى  
 الغاية التي عندها شرف الدنيا والآخرة. وليس يتسع المقام  
 لتفصيل الكلام في فلسفة هذا الرجل لعظيم وأدب. - وعسى  
 أن أوفق الى الإفاضة في ذلك من بعد؛  
 "إن الذي يعرف إقبالاً يعرف مصيبة العالم الإسلامي و  
 الأدب البشري بموته"



# مات الرجل العظيم

## محمد إقبال

(١)

في اليوم الحادي والعشرين من أبريل لماضي (سنة ١٩٣٨)  
والساعة خمس من الصباح في مدينة لاهور مات رجل كان  
على هذه الأرض عالماً روحياً يحاول أن يُنشئ للناس نشأة  
أخرى، وليس لهم في الحياة سنة جديدة؛ وسكن فكر جوال  
جمع ما شاءت له قدرته من معارف الشرق والغرب ثم نقد لها  
غير مستأسراً يؤثر من مذاهب الفلاسفة ولا مستكين لما  
يُروى من أقوال لعظماء؛ ووقف قلب كبير كان يحاول أن  
يصوغ الأمة الإسلامية من كل ما وعى التاريخ من مآثر الأبطال

وأعمال العظماء؛ وقررت نفس حرة لا يحدّها زمان ولا مكان؛ ولا  
يأسرها ماض ولا حاضر فهي طليقة بين الأزل والأبد خفاقة  
في ملكوت الله الذي لا يحدّ -

مات محمد إقبال الفيلسوف الشاعر الذي وهب عقل وقلبه  
للمسلمين وللبشر جميعاً. الرجل الذي كان يخيّل إلى وأنا في  
نشوة من شعرة أنه أعظم من أن يموت؛ وأكبر من أن يناله حتى  
هذا القضاء الجثائي -

قاضت روح الرجل الكبير المحبوب في دارة بلاهور ورأسه  
في حجر خادمة القديم الوفي "علي بنخش" وهو يقول: إني لا أهاب  
الموت أنا مسلم أستقبل المنيّة راضياً مسروراً.

كنت أقرأ كلام إقبال في الحياة والموت؛ وأرى استهانته  
بالخمائم واستهزائه بالذين يرهّبونه. وما كان هذا خدعة

الخيال ولا زخرت الشعر فقد صدق إقبال دعوته في نفسه حين  
لقى الموت باسمًا راضيًا.

جدال مرض بإقبال منذ سنة وكان يقترب إلى الموت وهو  
متقدًا لفكر، قوى لقلب، يصوغ عقول كلمات يوقظ بها النفوس  
النائمة، وينثر قلبه شرارًا يشعل به القلوب الهامدة. وكان يعنى  
بنظم كتابه "أرمغان حجاز"، لحن الحجاز. وكان قلب الشاعر  
يهفو إلى الحجاز وقد تمنى في خاتمة كتابه "رموزي خودي" أن  
يموت في الحجاز: وما نظمه في أشهره الأخيرة :

آية المؤمن أن يلقي الردي، باسم الثغر سرورًا ورضا وقد  
أنشد هذين البيتين قبل موت بعشر دقائق وهما ما أنشأه أخيرًا  
تغيمات مصنين لي، هل تعود

ولنسيم من الحجاز سعيد؟

أذنت عيشتي بوشك رحيل  
 هل لعلم الأسرار قلب جديد  
 وأخر ما أنشأ من الشعر بيتان أترجمهما نثراً؛  
 "قد أعدت جنة لأرباب الهمم وجنة أخرى لعباد الحرم  
 فقل للمسلم الهندي لا تخزن، فكل ذلك للجهاهدين في سبيل  
 الله جنة -"

( ٢ )

كان تشييع إقبال إعراباً رائعاً عما للرجل الفذ في قلوب  
 أهل الهند عامة ومسلميه خاصة - احتشدت عشرات  
 الألوف تودعه بالبكاء والزفرات، وشاركت النساء بالعويل  
 والنحيب، وتنافس الحاضرون في حمل النعش فوضع على خشبتين  
 طويلتين ليُتسنى لكثير من المشييعين أن يشرفوا بحمل الرجل

العظيم الى مشواة الأخير. وقد بلغت الجنازة شاهي مسجد و  
 خلفها زهاء أربعين ألفاً، فوقف الناس ساعة كاملة حتى تيسر  
 لهم أن يسطفوا الصلاة على الفقيد الجليل، ثم نقلت الجنازة  
 الى حديقة متصلة بالمسجد. وهناك والساعة عشرة أربعاً  
 من المساء غربت شمس إقبال في جدتها، وطوى الجهاد الذي  
 ملأ الدنيا في حدة، وأدرجت الحكمة والشعر والحرية التي تأبى  
 الحدود والقيود في جنتها.

وضع محمد إقبال في قبرة -

وغشى القبر الذي تضمن روضة الشعر بضروب الزهور  
 الريحان، ثم نثرت عليه أزهار أخرى من أقوال الخطباء والشعراء  
 الذين أطافوا بالشاعر الخالد.

وتجاوبت أرجاء الهند بألحان لكبراء يعربون بهاءاً أحسوا

من لوعة، وما دهي الهند من مصيبة بموت شاعرها الأكبر  
اجتمع على هذا المسلم وغير المسلم؛ فهذا اجواهر لال فمرو  
يقول :-

”لقد دهنتي وفاة إقبال بصدمة هائلة. شرفت ببقاء  
إقبال ومحادثة منذ قليل؛ وكان مستلقيًا على فراش المرض  
ولكن كان لفكرة العالی ونزعتة الحرة في قلبي أثر بليغ. لقد فقدت  
الهند بفقد إقبال كوكبالاً مضيقاً، ولكن شعرة سيخلد في  
قلوب الأجيال الآتية، وذكره التنظيم لن تموت“

وهذا الدكتور محمد عالم لا تقول؛

”لا تستطيع أرض البنجاب أن تخرج إقبالاً ثانياً في

عصور طويلة“

ويضيق المجال عن الإكثار من أقوال علام الهند في فقيدهم

وأرخ بعض الشعراء وفاة إقبال (سنة ١٣٥٧) في قوله :-

تاريخ "بود اقبال شاعر مشرق" -

كان إقبال شاعر الشرق

وأرخ آخر يقول: "كأنه علامة إقبال سوى بهشت برين"

ذهب لعلامة إقبال شطر الجنة العالية -

ترك الشاعر النابغة ابنين وبنات وأخاً وثلاث أخوات -

( ٣ )

ولد محمد إقبال في سيالكوت سنة ١٨٧٦ م من عشيرة

قديمية دخلت في الإسلام منذ ثلاثة قرون، وكانت تقيم في

كشمير ثم اضطرتها الحوادث أن تهاجر إلى البنجاب واستقرت

أسرة إقبال في سيالكوت -

وبدا تعلمه في البلد الذي ولد به، ودرس على العالم الكبير

مير حسن فأذكى في قلبه حب الآداب لشرقية. ثم انتقل الى لاهاوا  
للدراسة العالية فكان من أساتذته السير توماس ارنولد أستاذ  
الفلسفة الإسلامية وقد سمعت ارنولد يفخر بأن إقبالاً أتميزه  
وفي ذلك الحين شد إقبال لشعر فرجا الناس فيه شاعرًا خطيرًا  
ونال درجة أستاذ في الادب (M.A) وصار مدرّس الفلسفة  
في إحدى الكليات

وسنة ١٩٠٥م سافر الى أوروبا فتعلم في كمبرج القانون. ثم  
ذهب الى ألمانيا فدرس الفلسفة. وبعد ثلاث سنين من  
خروجه من وطنه رجع إليه مرجوًا الأمتة محببًا إليها. وعمل  
في محاماة وقصده الناس لاستشارته والاستعانة به في كثير  
من الأمور التي كانت تهم المسلمين. وما زال بنحوه يسطع وصيته  
يذيع، وشعره يجوب أرجاء الهند ويستقر في كل قلب حتى اجتمعت



قلوب المسلمين عليه وردوا أقواله في خطبهم ومقالاتهم و  
 تقيّلوه في أعمالهم وكان ما أذكى الشاعر العبقري في كل قلب جدّة  
 وملا كل رأس فكراً وكل نفس حرية وعظمة حتى مات وكل  
 يتشبه به، ويطمح إلى أن يكون من المهتدين بهديّه -  
 والله يعوض الأُمّة الإسلاميّة ويعزيها عن إقبال  
 بالاستجابة لداعوته والسير على أثره -

# الكتاب الثالث

في

## بعض قصائد اقبال

ترجمة الأستاذ الطهاوي على شعلان

(من علماء الأنهر)



## “فاطمة الزهراء”

نسب المسير بنى لمريم سيرة  
 بقيت على طول المدى ذكرها  
 والمجد يشرق من ثلاث مطالع  
 في مهد “فاطمة” فما أعلاها  
 هي بنت من بهي أم من بهي زوج من  
 من ذا يداني في الفخار أباه  
 هي ومضة من نور عين المصطفى  
 هادي الشعوب إذا تروم هداها

هو رحمة للعالمين، وكعبة الآمال  
 في الدنيا وفي آخرها  
 من أيقظ الفطر النيام بروحه  
 وكأنه بعد البلا أحياءها  
 وأعاد تار يخ الحياة جديدة  
 مثل العرائس في جديد حلاها  
 ولزوج فاطمة بسورة "هَلْ أَتَى"  
 تَاجُ يَفُوقُ الشَّمْسَ عِنْدَ ضُحَاهَا  
 أَسَدٌ مَجْصُ اللَّهُ يَرْمِي الْمَشْكَلاتِ  
 بصيقل يحو سطور دُجَاهَا  
 إيوانه كوخ وكنز ثرائه  
 غدا سيفٌ يمينه تياها

فِي رَوْضِ فَاطِمَةَ نَمَاعُصْنَانِ لَمْ  
 يُنْجِبْهُمَا فِي النَّيِّرَاتِ سِوَاهَا  
 فَأَمِيرُ قَافِلَةِ الْجِهَادِ، وَقُطْبُ  
 دَائِرَةِ الْوَعْدِ وَالْإِتِّحَادِ، ابْنَاهَا  
 "حَسَنَ" الَّذِي صَانَ الْجَمَاعَةَ بَعْدَهَا  
 أَمْسَى تَفْرِقُهَا يَحِلُّ عَرَاهَا  
 تَرَكَ الْإِمَامَةَ ثُمَّ أَصْبَحَ فِي  
 الدِّيَارِ مَا مَرَّ أَلْفَتَهَا وَحَسَنَ عِلَاهَا  
 وَ"حُسَيْنَ" فِي الْأَبْرَارِ وَالْأَحْزَارِ  
 مَا أَزْكَى شِمَائِلَهُ وَمَا أَتْنَدَاهَا  
 فَتَعَلَّمُوا رِئَايَ الْيَقِينِ مِنَ الْحُسَيْنِ  
 إِذَا الْحَوَادِثُ أَظْهَرَتْ بِلَظَاهَا

وَتَعَلَّمُوا حُرِّيَّةَ الْإِيمَانِ مِنْ  
صَبْرِ الْحَسِينِ وَقَدْ أَجَابَ نَدَاهَا  
الْأُمَهَاتُ يَلِدُنَ لِلشَّمْسِ الضُّيَا  
وَالْجَوَاهِرِ حُسْنَهَا وَصَفَاهَا  
مَا سِيرَةُ الْأَبْنَاءِ، إِلَّا الْأُمَهَاتُ  
فَهَذَا إِذَا سَلَفُوا الرِّقَى صَدَاهَا

هِيَ أُسْوَةٌ لِلْأُمَهَاتِ وَقُدْوَةٌ  
يَتَرَسَّمُ الْقَبْرُ الْمُنِيرُ خُطَاهَا  
لَهَا شُكَا الْمَحْتَاجِ خَلْفَ رِجَالِهَا  
رَقَّتْ لَتِلْكَ النَّفْسِ فِي شُكْوَاهَا  
جَادَتْ لَتَنْقِذِهِ بِرَهْنِ خَبَارِهَا

يا سحْبُ أَيْنَ نَدَاكَ مِنْ جَدِّ وَاها  
نور تهاب النار قد من جلاله  
ومُنَى الكواكب أن تنال ضياها  
جعلت من الصبر الجبيل غذاءها  
ورأت رضى الزوج الكريم رضاها

فَهَا يُرْتَلِ آى رَبِّكَ بَيْنَمَا  
يَدُهَا تُدِيرُ عَلَى الشَّعِيرِ رِحَاهَا  
بَلَّتْ وَسَادَتُهَا لِلْأَلَى دُمُعُهَا  
مِنْ طَوْلِ خَشْيَتِهَا وَمِنْ تَقْوَاهَا  
جَبْرِيلُ نَحْوَ الْعَرْشِ يَرْفَعُ دُمُعُهَا  
كَالَطَلِّ يَرَوَى فِي الْجَنَانِ رَبَاهَا

لَوْ لَا وَقُوتِي عِنْدَ أَمْرِ الْمُصْطَفَى  
وَحُدُودِ شَرْعَتِهِ وَنَحْنُ فِدَاهَا  
مَضِيذَاتُ اللَّتَطَوَّافِ حَوْلَ صِرَاطَيْهَا  
وَعَمَرَتْ بِالسَّجْدَاتِ طَيْبَ ثَرَاهَا





# صَوْتُ اقْبَالِ إِلَى الْأُمَّةِ الْعَرَبِيَّةِ

الدكتور الشيخ "محمد اقبال" هو شاعر الهند وفيلسوف الاسلام  
وقف حياته وجهوده الأدبية لايقاظ الأمة المحمدية. فتبهرها الى  
نور فطرتها وعرفان ذاتيتها. وله رحمه الله منظومة كبرى وجهها  
الى المسلمين في كتاب عنوانه "والآن ماذا نضع يا أمم المشرق"  
وما أحوج المسلمين في هذا العصر الى قراءة هذا الكتاب. وما فيه من  
قصائد عامرة ومعاني باهرة. وقد اختص العرب من هذه المنظومة  
بقصيدة طويلة نقتطف منها هذه الأبيات :-

أُمَّة الصَّخْرَاءِ يَا شَعْبَ الْخُلُودِ  
مَنْ سِوَاكُمْ حَلَّ أَغْدَالُ الْوَسْرِ  
أَتَيْ دَاعٍ قَبْلَكُمْ فِي ذَا الْوُجُودِ  
صَاحٍ لَا كَثْرَةَ هُنَا لَا قِصْرًا

مَنْ سِوَاكُمْ فِي حَدِيثٍ أَوْ قَدِيمٍ  
 أَطْلَعَ الْقُرْآنَ صَبْحًا لِلرَّشَادِ  
 هَاتِفًا فِي مَسْمَعِ الْكَوْنِ الْعَظِيمِ  
 لَيْسَ عَنْ يَدِ اللَّهِ رَبًّا لِلْعِبَادِ  
 حَدِّثُونِي الْيَوْمَ عَنْ أَمْرِ خَوَانِ  
 قَدَمِ الْحِكْمَةِ قُوَّةً لِلْفِطَنِ  
 يَا مَصَابِيحَ النَّاسِ وَالْأَفْنَانِ  
 أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَصْبَحْتُمْ لِمَنْ

وَابِلٍ مِنْ قَيْضِ أَرْقِيٍّ الْقَسْبِ  
 الْكَرِيمِ الْفَرْدِ فِي كُلِّ الْكِرَامِ  
 أَنْبَتَ الزَّهْرَ بِحَرَاءِ الْعَرَبِ

بَلْ سَقَىٰ فِي الْقَفْرِ بَيْتَانِ الْوُثَامِ  
 بِهِدَى الْحَرِيرَةِ الْعَلِيَّا أَنْشَاءَ  
 فِيهِ رَافُوضٌ مُّوْنِقٌ مِنْ غَرْسِهِ  
 يَوْمُهَا الْحَاضِرُ فِي كُلِّ الدِّيسَارِ  
 لَمْ يَزَلْ الْإِبْدُ كُكْرَى أَمْسَهُ  
 كُلُّ صَدْرٍ مِنْ بَقَا يَا آدَمَ  
 صَاغَ فِيهِ لِلْعُلَا قَلْبًا جَدِيدًا  
 مَنَحَ الْإِنْسَانَ مُلْكَ الْعَالَمِ  
 بَعْدَ مَا عَلَّمَهُ النُّهْجَ الرَّشِيدَ  
 كُلُّ رِبٍّ غَيْرُ خَلَاقٍ النَّسَمِ  
 صَارَ مِنْ عَزَمَتِهِ تَحْتَ الثَّرَى  
 كُلُّ غُصْنٍ كَانَ فِي يُبْسِ الْعَدَمِ

بنداه اخضر حَتَّى أَثْمَرَ

لَا تَسْلُنِي الْآنَ عَنْ ثَوْرٍ رَيْسٍ  
 أَنَهَا مَيِّدٌ أَنْ بَدُرٍ وَحَنَيْنٌ  
 فِي أَبِي بَكْرٍ وَفِي صَاحِبِهِ  
 فِي عَلِيٍّ ثُمَّ فِي صَبْرِ الْحُسَيْنِ  
 سَيْفِ أَيُّوبَ وَتَقْوَى بَايَزِيدَ  
 فِيهِمَا مِفْتَاحُ كُنُزِ الْعَالَمِينَ  
 أُنْكَرُ الدُّنْيَا جِجَارٍ وَاحِدٍ  
 فَخَوَى الدُّنْيَا وَصَمَّ الْمَشْرِقَيْنِ  
 هَاهُنَا الْحِكْمَةُ وَالْدِّينُ الْقَوِيمُ  
 وَهُنَاكَ الْحُكْمُ لِلدُّنْيَا يُقَامُ

كُلُّ قَلْبٍ فِيهِ لِمَجْدِ الصِّمِيمِ  
ثَوْرَةٌ تَغْلُو بِهِ فَوْقَ الْمَرَامِ

لَا تَقْلُ أَيْنَ ابْتِكَارُ الْمُسْلِمِينَ  
وَسَلِّ الْحَمْرَاءَ وَاشْهَدْ حُسْنَ تَاجِ  
دَوْلَةِ سَارِ مَلُوكِ الْعَالَمِينَ  
نَحْوَهَا طَوْعًا يُؤَدُّونَ الْخَرَجَ  
دَوْلَةً تَقْرَأُ فِي آيَاتِهَا  
مَظْهَرَ الْعِزَّةِ وَالْمَلِكِ الْحَصِينِ  
وَكُنُونُ الْحَقِّ فِي طَيِّبَاتِهَا  
دُونَهَا حَارَتْ قُلُوبُ الْعَارِفِينَ  
أَرْسَلَ الْحَمْدَ إِلَى غَيْرَانِهَا

لَنَبِيِّ اللَّهِ قُدْسِي الْجَنَابِ  
 اشْعَلِ الْإِيمَانَ نَارًا بِالْعِرَاءِ  
 وَحَبَا النُّورِ لَكَفِّ مِنْ تَرَابِ  
 وَجْهَاءِ اللَّهِ مِنْ عَلِيَاءِهِ  
 عَزْمَةٌ قُلُوبَهَا سَيْفُ الْغَيْرِ  
 رَاكِبُ النَّاقَةِ فِي صَحْرَائِهِ  
 سَارِفِيهَا رَاكِبًا خَيْلَ الْقَدَرِ  
 كَبَّرَ وَاللَّهُ فِي ظِلِّ الْحُرُوبِ  
 وَصَفُوفًا تَحْتَ ظِلِّ الْمَسْجِدِ  
 ضَيْجَةٌ دَانَتْ لَهَا فِيهَا الشُّعُوبُ  
 وَارْتَقَوْا فِيهَا مَكَانَ الْفِرْقَدِ

وى كَأَنْ لَمْ تَشْرِفُوا فِي الْكَائِنَاتِ  
 بِهَدْيِ الْإِيمَانِ وَالنَّهْجِ الرَّشِيدِ  
 وَنَسِيْتُمْ فِي ظُلُمَاتٍ مَا هَاجَرْتُمْ  
 قِيَمَةَ الصَّحَرَاءِ فِي الْعَيْشِ الرَّغِيدِ  
 كُلُّ شَعْبٍ قَامَ بَيْنِي نَهْضَةً  
 وَأَرَى بُنْيَانَكُمْ مُنْقَسِمًا  
 فِي قَدِيمِ الدَّهْرِ كُنْتُمْ أُمَّةً  
 لَهْفَ نَفْسٍ كَيْفَ صِرْتُمْ أُمَّةً  
 كُلٌّ مِنْ أَهْمَلِ ذَاتِيهِ  
 فَهُوَ أَوْلَى النَّاسِ طَرًّا بِالْفَنَاءِ  
 لَنْ يَرَى فِي السَّيْرِ قَوْمِيَّةً  
 كُلٌّ مَنْ قَلَّدَ عَيْشَ الشُّرْبَاءِ

فَكُرُوا فِي عَصْرِكُمْ وَأَسْبِقُوا  
 طَالَمَا كُنْتُمْ جَمَالًا لِلْعَصْرِ  
 وَأَمْلًا وَالصُّحُرَاءِ عَزْمًا وَاخْلُقُوا  
 مَرَّةً أُخْرَى بِهَاءُ رُوحِ عُمْرِ





## “فقر الصالحين”

لشاعر الهند العظيم “السيد محمد اقبال”  
 وترجمة الأستاذ الصاوي على شعلان  
 يَا عِبِيدَ الْمَاءِ وَالطِّينِ اسْمَعُوا  
 مَا هُوَ الْفَقْرُ الْغَنِيُّ الْأَمْرُ فَتَعُمُ  
 هُوَ عِرْفَانُ طَرِيقِ الْعَارِفِينَ  
 وَحَيَاةُ الْقَلْبِ فِي نَوْرِ الْيَقِينِ  
 ذَلِكَ الْفَقْرُ عَزِيزٌ فِي غِنَاهُ  
 هَامَةٌ الْجَوْنَاءِ مِنْ أَدْنَى خُطَاهُ  
 يَرْعَشُ الدَّهْرُ إِذَا دَوَى صَدَاهُ  
 لَيْسَ غَيْرَ اللَّهِ فِي الْكَوْنِ إِلَهٌ

خَاشِعٌ لِلَّهِ ذِي الْفَقِيرِ  
وَالْيَسِيرِ خَاشِعًا يَسْعَى الْأَمِيرِ  
حَالَهُ شَوْقٌ وَ ذَوْقٌ وَ رِضَا  
ثُمَّ تَسْلِيمٌ بِمَا اللَّهُ قَضَى  
يَا لَهُ فَقْرًا بِالسُّكُونِ صَفَا  
فَهُوَ مِيرَاثُ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى  
لَيْلَهُ الْمُظْلِمُ لِلْمَجِيدِ سِرَاجِ  
يَصْنَعُ الْجَوْهَرَ مِنْ أَدْنَى زُرْجَانِ  
لَهُمْ غَايِبٌ نَامُوسُ الْفَلَكَ  
وَسِرِّي فِي نُورِهِ نُورُ الْمَلِكِ  
ذَلِكَ الْمُسْكِينُ فِي رُقْعَتَيْهِ  
يَسْعَى الْعَالَمُ فِي مَهْجَتِهِ

صَامِتٌ لَيْسَ يُطِيلُ الْكَلِمَا  
وَهُوَ بِالْقَصَمَاتِ يُرِي الْأُمَمَا  
جَعَلَ الْعَصْفُورَ نَتْرًا فِي الْقَضَاءِ  
فَبَدَّ الْأَرْضَ تَفْسِيرَ السَّمَاءِ  
مَسْلَمٌ دَوْلَتُهُ فَوْقَ الْحَمِيرِ  
كَانَ يَخْشَى بِأَسَسِهِ أَلْفَ سَرِيرِ  
يَكْلَأُ شَيْءَ الْجَبْرِ فِي مَنَازِلِهِ  
وَيَخَافُ الْبَحْرَ مِنْ طَوْفَانِهِ  
لَمْ يَجِدْ شَعْبَ عَنِ النَّهْجِ الْمُنِيرِ  
وَلَدَيْهِ مِثْلُ ذِيَالِكِ الْفَقِيرِ  
فَا مَتَحْنُ وَجْهِكَ فِي مِرْآتِهِ  
عَلَّه يُخْبِيكَ مِنْ آيَاتِهِ

فَقَرُّنا لَيْسَ بِرُقْصٍ أَوْ غِنَاءٍ  
 لَيْسَ سُكْرُ النَّفْسِ فِي مَوْتِ الرَّجَاءِ  
 فَقَرُّنا مَعْنَاهُ تَكْيِيبُ الرَّجْبِ هُوَ  
 فَقَرُّنا مَعْنَاهُ تَشْفِيقُ الْوُجُودِ  
 فَقَرُّنا الْعَادِي سِرَاجٌ لَوْ ظَهَرَ  
 يَخْجِلُ الشَّمْسُ وَيُزِيرِي بِاَلْقَمَرِ  
 أَنَّهُ ائِيْمَانٌ بَدْرٌ وَحُنَيْنٌ  
 أَنَّهُ نِزَالٌ تَكْبِيرُ الْحُسَيْنِ  
 صَاحٍ دَعْنِي أَكْتُمِ الْهَمَّ الدَّفِينِ  
 إِنَّ كَأْسِي لَيْسَ يَرُوى الْعَابِثِينَ  
 مَنْ تَكُنْ هِمَّتُهُ نَسِجُ الْخَصِيرِ  
 فَهَولَا يَعْلَمُ مَا نَسِجُ الْكَرِيرِ

فَلْيَكُنْ يَوْسُفُ لِلذِّئْبِ طَعَامًا  
ثُمَّ لَا يُصْبِحُ لِلضَّيْمِ غُلَامًا  
لَيْسَ لِلشَّيْطَانِ فِينَا مَطْلَبُ  
لَا وَلَا لِلصُّ فِينَا مَأْرَبُ  
فَكُنُونِ الدِّينِ قَدْ طَارَتْ شُعَاعَا  
وَتُرَاتِ الْبِهَالِ قَدْ أَمْسَى ضِيَاعَا  
مَنْزِلُ الشَّاهِدِينَ فِي أَوْجِ السَّحَابِ  
مَالَهُ يَسْكُنُ فِي وَكْرِ الْمُرَابِ  
لَحْمِيزْلُ فِي الرُّوضِ ظِلٌّ وَتَمْسِرُ  
فَالْتَمَسَ عُشَّكَ فِي أَعْلَى الشَّجَرِ  
أَيُّهَا الشَّادِي بِقُرَانِ كَرِيمِ  
وَهُوَ كَالصَّخْرَةِ فِي الْبَيْتِ مُقِيمِ

قُمْ وَابْلُغْ نُورَهُ لِلْعَالَمِينَ  
 قُمْ وَأَسْمَعْهُ الْبَرَايَا أَجْمَعِينَ  
 إِنْ تَكُنْ فِي مِثْلِ نَابِ الْخَلِيلِ  
 أَسْمَعْ الْمُسْرُودَ تَوْحِيدَ الْخَلِيلِ  
 مَنْ لَهُ مِنْ ثَرَوَةِ الْهَادِي نَصِيبُ  
 فَهُوَ مِنْ جِبْرِيلَ فِي الدُّنْيَا قَرِيبُ  
 حَيْثُمَا أَصْنَعْتُ بِاللَّهِ الْأَحَدَ  
 لَمْ أَذِلَّ النَّفْسَ يَوْمًا الْأَحَدَ  
 إِنْ أَكُنْ فِي صُورَةِ الْمَلِكِ خَفَاءُ  
 لَسْتُ أَرْجُو مِنْ سُلَيْمَانَ عَطَاءُ  
 يَا غَرِيبًا عَنْ ضِيَاءِ الْمُصْطَفَى  
 عُدْ إِلَى الْحَقِّ تَجِدُ نُورَ الصِّفَا

خاتمه

# ایک خط

عین کتابت کے زمانہ میں مصر سے ایک خط موصول ہوتا ہے جس میں ہندوستانی ثقافت اور علامہ اقبال کا تذکرہ ہے، اور چونکہ مصریوں میں علامہ اقبال کی وجہ سے ہندوستان سے دلچسپی پیدا ہوئی، اور مصری یونیورسٹی میں اردو کو ایک بڑی اور مستند علمی زبان تسلیم کر کے ایک چئیر قائم کی گئی، اس لیے ہم خط کا خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

القاهرة فی ۲۰ مایو سنۃ ۱۹۴۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرتہ الأستاذ المحترم محمد حسن الأعظمی - سلام اللہ البعثہ إلیک  
عاطرا شذیا. وتحیاتہ المبارکات بکرة وعشیا....

عدا الی مصر رأیہا الصدیق الکریم لا بعد عام بل بعد أيام. واحمل الینا  
معنا کنوزا من ثقافة الهند ومعارفها. ولقد کان لی مع الأستاذ عبد الغزیز  
جانکینر خان (الترکستانی) أحادیث طیبة عن الهند حتی تخيلت أن أهم  
تالیف کتاب عنوانه "الهند الیوم" حدثنی الصدیق عن هذا الحیاة



الهندية المليئة بجواهر العلم وذخائر المعرفة من مناظرات طيبة الى بحوث  
ممتعة الى عقول تزن هملايا ويتصاغرت جمنا وكنج " دون السلسبيل من  
علومها. حدثني عن المؤلفين عندكم وعن المحدثين وعن علماءكم والاصغاء  
الى ما وهبهم الله من جوهر يكون تحارفي وصفه الظنون.....  
أما الأوردية فيسترني أن تجعل مشيئة الله بقدر ملك الى مصر لكي أفكر  
مرة أخرى في تعلمها اذا استطعته الى ذلك سبيلا. فاذا كان من نصيبي  
أن أفهم الفارسية والتركية والأوردية يوما. أكون قد جمعت أم الشرق  
في صدرى. وأصبحت ثلاثة أرباع جالكيزخان فهو يعلمهن جميعا ويزيد  
على ما ذكرته منها لغتا الصين.

قد قمت بتحرير مجلة المكارم ونشرت عن الهند بحوثا ضافية وأفهمت  
المصريين في محاضراتي مبلغ على بما أتاكم الله من مواهب العقول والافهام  
وترجمت لاقبال عدة قصائد أخرى كما ترجمت من المثنوى والبستان  
مقطوعات لا بأس بها ونشرت جميعها بمجلة المكارم وبعضها بمجلة الأزهر.  
وسأبعث اليك برسالة مطبوعة من اشعارى الخاصة. وسيد هشتاك  
أنها مكتوبة قبل أن أعرف احدا من الهنود وقبل أن أعرف إقبال. وقد  
راجعتها فإداني ألتقى مع هذا الشاعر في كثير من افكاره على شدة وابتينا  
من الفرق في علوكعبه وقله مرادى.

سأرسل أبياتا من مثنوى اقبال من مواطن متفرقة وبعضها من كتبه  
الأخرى. وكنت أردت بها تصوير نفسية اقبال لمن لا يعرفه من  
الناطقين بالضاد..... وسرسل اليك تباعا قصائد اقبال كقصيدة  
فاطمة الزهراء من كتاب رموز بيخودي ومطلعها:

سب المسيح بنى لمريم سيرة      بقيت على طول المدى ذكراها

والمجد يشرق من ثلاث مطالع      في عجد فاطمة فما أعلاها

هي بنت من؟ هي أم من؟ هي زوج من؟

من ذاتي سألني في الفخار أباه؟

وكذلك قصيدته الى العرب وقصيدته في الفقر وغير ذلك. مع ملاحظة  
أن الترجمة اللفظية الحرفية تفسد المعنى وتسئ الى الاصل وتضيع قيمة  
المنقول عنه الى المنقول اليهم.

فترجمة شعرا اقبال يجب أن يكون معناها ترجمة نفس اقبال وروحه  
ونقل صورته الفكرية الى العربية بما يشرفه بين الناطقين بها. فنرجو  
أن نوفق الى ارسال ذلك وغيره فلا تتأخر عن ارسال كتبك. فاكتب  
ونحن في الانتظار.

سلام الله عليك الى القياك، وقرب الله لنا يوما فيه نلتقاك.

المخلص

الصاوي شعلان (من علماء الأزهر)

# مَشْرُوعُ مَرْسُومٍ

بإنشاء معهد للغات الشرقية وأدائها بكلية الآداب (الجامعة المصرية)

نحن فاروق الأول ملك مصر

بعد الاطلاع على القانون رقم ٤٢ لسنة ١٩٢٧ الصادر بإعادة تنظيم جامعة فؤاد الأول (الجامعة المصرية) المعدل بالقانون رقم ٢ لسنة ١٩٣٣ وبالمرسوم بقانون رقم ٩١ لسنة ١٩٣٥ - وعلى المرسوم بقانون رقم ٥ لسنة ١٩٣٥ بوضع اللائحة الأساسية لكلية الآداب وعلى ما قرره مجلس الجامعة بتاريخ ٧ مارس سنة ١٩٣٩ وبناءً على ما عرضه علينا وزير المعارف العمومية وموافقة رأي مجلس الوزراء  
رسمنا بما هو آت

(١) يُنشأ في كلية الآداب معهد يُسمى "معهد اللغات الشرقية وأدائها" يكون الغرض منه التخصص في لغات الأمم الإسلامية والهجات العربية القديمة والحديثة  
(٢) يشمل المعهد الفروع الآتية: (١) فرع لغات الأمم الإسلامية (٢) فرع الهجات العربية  
(٣) ويدرس في فرع لغات الأمم الإسلامية اللغات الآتية: الإيرانية والتركية والأردية (المهندوستانية) ويضاف إليها من اللغات الشرقية القديمة والحديثة غير السامية  
(٤) يشترط لقبول الطالب بالمعهد أن يكون حاصلاً على درجة الليسانس (B.A) في الآداب من قسم اللغة العربية أو على درجة أخرى يعتمدها مجلس الجامعة بناءً على رأي مجلس الكلية معادلة لهذه الدرجة

(٥) رسم القيد بالمعهد أربعة جنيهاً في السنة ورسم المكتبة  
خمسون قرشاً تدفع في أول السنة الدراسية - ورسم الامتحان النهائي أربعة جنيهاً  
(٦) مدة الدراسة في المعهد ثلاث سنوات

(٤) تُوزَّع المواد على سبتي الدراسة الثلاث على الوجه المبين بالجدول الملحق بهذا المرسوم وترتب لهذه المواد زيادة على الدروس تمرينات عملية

وتُعَيَّن مجلس الكلية كل سنة المواد التي تكون فيها هذه التمرينات العلمية و يُجَدِّد عددها ونظامها.

(٨) ويتخصَّص الطالب المقيَّد في فرع لغات الأصول الإسلامية في لغتين من اللغات المذكورة في المادة الثانية. ورئيس الفرع أن يحدِّد له دراسة في غيرها من الموضوعات.

(٩) يجوز لمجلس الجامعة بناءً على طلب مجلس كلية أن يُدْخِل أيَّ تغيير يقتضيه مصلحة التعليم سواء في مواد الدراسة أو في كيفية توزيعها على الساعات الثلاث

(١٠) يُمْتَحَن طلبة المعهد مرتين (١) امتحان انتقال في نهاية السنة الأولى في المواد

التي درسوها أثناء السنة (٢) و امتحان نهائي في آخر السنة الثالثة ويكون في مقرر

السنتين الثانية والثالثة ويشتمل كل من هذين الامتحانين اختبارات تحريرية و

اختبارات شفوية يُعَيِّنُها مجلس الكلية في النصف الأول من السنة الدراسية.

(١١) تُعَقَّد الامتحانات كل سنة على دورين أحدهما في نهاية العام الدراسي والثاني قبل

بدء الدراسة في العام التالي وذلك في المواعيد التي يحددها مجلس الكلية لكل دور.

للطالب الخيار أن يتقدم للامتحان في أيِّ الدورتين

(١٢) يشترط نجاح الطالب في امتحان الانتقال أو في الامتحان النهائي أن يحصل على  $\frac{4}{5}$

على الأقل من مجموع النهايات الكبرى المخصصة لكل مادة في الاختبارات التحريرية أو

في الاختبارات التحريرية والشفوية في المواد التي يكون الامتحان فيها تحريراً وشفوياً معاً.

(١٣) تؤلِّف لجنة الامتحان في كل مادة من عضوين يعيِّنهما مجلس الكلية بناءً على طلب العميد

وفي حالة الاستعجال ينفرد العميد باختيارها.

(١٤) تختار لجنة الامتحان المذكورة موضوعات الاختبارات التحريرية وتقوم بتقدير درجاتها

وتتولَّى اختبار الطلبة شفوياً إذا كان للمادة اختبار شفوي

(١٥) تكون النهاية القصوى لكل اختبار تحريري أو شفوي في كل مادة عشرين

(۱۶) تعرض نتیجۃ امتحان السنتين الأولى والثالثة على لجنة عامة مؤلفة من جميع الممتحنين في كل من السنتين بولاية العهد وترفع قراراتها لمجلس الكلية لاقرارها

(۱۷) تمنح الجامعة للطلبة الناجحين في الامتحان النهائي دبلومًا يسمى دبلوم معهد اللغات الشرقية وأدبها ويؤخذ كغاية الفرع الذي تخصص فيه الطالب.

(۱۸) يُعتبر دبلوم المعهد من الدرجات العلمية التي تسمح لحائزها بالتقدم لنيل درجة دكتور في الآداب (ڈی لیٹ)

(۱۹) على وزير المعارف العمومية تنفيذ هذا المرسوم وتعمل به من تاريخ نشره في الجريدة الرسمية.

(فرمان کا اردو ترجمہ)

## سرکاری قانون

بابت تاسیس معہد لغات شرقیہ و آداب در کلبہ آداب  
ہم فاروق اول شاہ مصر

حسب اطلاع قانون نشان ۲۲ ۱۹۲۴ء بابت تنظیم جامعہ فواد اول مسادمی قانون  
نشان ۲۰ ۱۹۳۳ء و سرکاری قانون نشان ۹۶ ۱۹۳۵ء و سرکاری قانون نشان ۵۰ ۱۹۳۵ء بابت  
لائحہ اساسیہ برائے کلیہ آداب و ہنر، تصفیہ مجلس جامعہ (یونیورسٹی بورڈ) مورخہ ۷ مارچ ۱۹۳۹ء و  
برہنہ عریضہ وزیر تعلیمات عامہ و بمطابق رائے مجلس وزراء

ذیل کا قانون درج کرتے ہیں۔

فقہ ۱۔ کلیہ آداب (آرٹ کالج) میں ایک معہد (فرنٹنگ کالج) کھولا جائے جس کا نام "معہد اللغات  
الشرقیہ و ادبها" رکھا جائے (معہد کا اطلاق بی۔ اے کے بعد ایم۔ اے اور اس سے اعلیٰ تعلیم پر  
کیا جاتا ہے) اس کی غرض و غایت اہم اسلامیہ کی زبانوں اور قدیم و جدید عربی لہجوں میں اسیاد

پیدا کرنا ہے۔

فقہ ۳۰۔ معہد حسب ذیل شعبوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) شعبہ السنۃ اہم اسلامیہ

(۲) شعبہ لہجات عربیہ

فقہ ۳۱۔ شعبہ السنۃ اہم اسلامیہ میں حسب ذیل زبانوں کی تعلیم دی جائے گی :-  
فارسی، ترکی، اردو (ہندوستانی)، فرید برآں قدیم اور زمرہ مشرقی زبانوں کا اضافہ کیا جائے گا۔  
فقہ ۳۲۔ معہد میں طالب علم کی شرکت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عربی ادب کا بی۔ اے ہو، یا کوئی اور گریجواری رکھتا ہو، جو طیل سائنس کے مساوی ہو جیسے کالج بورڈ (مجلس کلیہ) کی رائے کی بنا پر یونیورسٹی بورڈ (مجلس جاسو) معتبر سمجھے۔

فقہ ۳۳۔ معہد میں داخلہ کی فیس چار جنیہات سالانہ مقرر ہے۔ (ایک جنیہہ مساوی ہے ۱۴ روپے کے) اس لحاظ سے شرکت کی سالانہ فیس ۵۶ روپے ہوتی ہے (لابریری فیس پچاس قروش ہے) (فی قروش ڈھائی آنہ، سو قروش کا ایک جنیہہ اس لحاظ سے پچاس قروش کے ۷ روپے ہوتے ہیں) یہ فیس سال کے ابتدا ہی میں داخل کرنی پڑے گی، آخری امتحان (فائنل) کی فیس چار جنیہات (۵۶ روپے)۔  
فقہ ۳۴۔ معہد میں مدت درس تین سال ہے۔  
فقہ ۳۵۔ تین سال کے مضامین کی تقسیم حسب صراحت جدول (پراسپیکٹس) کی جائے، جو اس قانون کے ساتھ ملحق ہے۔

اسباق کے ساتھ ان مضامین کی عملی مشقیں بھی کرانی جائیں۔ ہر سال کالج بورڈ (مجلس کلیہ) ان مضامین کا تعین کریگا جنہیں یہ عملی مشقیں (تمرینات عملیہ) ہوں گی۔ نگران کے نظام واعداد کی حد بندی کرے گا۔  
فقہ ۳۶۔ جو طالب علم شعبہ السنۃ اہم اسلامیہ میں فیس ادا کر کے شریک ہو چکا ہے اس کے لئے فقہ ۳۰ کے مذکورہ زبانوں میں سے کسی دو زبانوں میں تخصیص حاصل کرنا ہوگا۔ ان دو کے علاوہ کسی موضوعات میں درس کی حد بندی کرنا صدر شعبہ کے ذمہ ہوگا۔

فقہ ۳۷۔ مجلس کلیہ (کالج بورڈ) کے مطالبہ کی بنا پر حسب تقاضائے مصالح تعلیمی مجلس جاسو (یونیورسٹی بورڈ) ہر قسم کے تغیر و تبدل کی مجاز ہوگی۔ خواہ یہ تغیر مضامین تعلیم سے متعلق ہو، یا تین سال پر مضامین کی تقسیم کی کیفیت سے۔

فقہ ۳۸۔ طلباء معہد کا امتحان دو مرتبہ ہوگا، (۱) امتحان انتہائی (عبوری) جو پہلے سال کے آخر میں

اُن مضامین میں لیا جائے گا جنہیں دو نول سال میں پڑھ چکے ہیں۔ (۲) آخری امتحان *Final Examination* جو تیسرے سال کے آخر میں لیا جائے گا، ان دو نول امتحانوں میں سے ہر امتحان تحریری و تقریری امتحانوں پر مشتمل ہوگا جسکو کالج بورڈ سن تعلیم کے نصف اول نشست (ہی) میں مقرر کرے گا۔

فقہ ۱۱۔ ہر سال امتحانات کے دو دور ہونگے، پہلا تالیسی سال کے آخر میں، دوسرا سال آئندہ میں تعلیم شروع ہونے سے پہلے، ہر دور کے اوقات و تواریخ کالج بورڈ مقرر کرے گا۔ طالب علم کو اختیار ہے کہ وہ ہر دور میں سے جس میں بہتر ہے امتحان دے۔

فقہ ۱۲۔ امتحان، انتظامی یا امتحان نامائی (یعنی ابتدائی اور آخری) میں کامیابی کے لئے یہ شرط ہے کہ طالب علم ہر مضمون کے مخصوص مجموعی نشانات میں سے کم از کم ۵۰ فیصد نشانات حاصل کرے۔

فقہ ۱۳۔ ہر مضمون کے دو امتحان ہوں گے، جن کو کالج بورڈ پرنسپل کے حسب مشاعر معین کرے گا۔ اور فوری حالت میں پرنسپل ان دو نول میں سے کسی ایک کو مقرر کر دے گا۔

فقہ ۱۴۔ مذکورہ امتحانی کمیٹی تحریری امتحانات کے موضوعات کا انتخاب کرے گی اور ان کے درجوں پر بھی لکائے گی۔ اگر کسی مضمون میں تقریری امتحان لینا ہو تو طلباء سے یہی کمیٹی تقریری امتحان لکائی۔ فقہ ۱۵۔ ہر مضمون میں خواہ وہ تحریری ہو یا تقریری آخری کم از کم ۲۰ نمبر ہونگے۔

فقہ ۱۶۔ پہلے اور دوسرے سال کے امتحان کا نتیجہ عام کیلچر، لجنہ عامہ کے روبرو، جو ہر دو سال کے امتحانوں سے ایک بار ہوگا پرنسپل کی صدارت میں پیش کیا جائے گا۔ مدیر مجلس اپنے تصفیہ شدہ امور کالج بورڈ میں پیش کرے گی۔

فقہ ۱۷۔ جامعہ کی طرف سے آخری امتحان میں کامیاب ہونے والے طلباء کو دیپلوما دیا جائیگا جس کا نام یہ ہوگا۔ "دیپلومہ معتمد اللغات الشرقیہ"۔ اس میں اس نمبر کو ذکر کیا جائیگا جو طالب علم کا خاص موضوع رہا ہو۔ فقہ ۱۸۔ معتمد کے دیپلوما کا شمار علمی ڈگریوں میں ہوگا جس کا داخل کرنے والا ادب میں ڈاکٹری کی ڈگری (ڈاٹ) حاصل کر سکتا ہے۔

فقہ ۱۹۔ وزیر تعلیمات عامہ کو یہ حق ہے کہ اس قانون کو نافذ کرے، درجہ یہ سرکاری (غیر معمولی) میں نشر ہونے کی تاریخ سے اس پر ملحد راجد کیا جائے۔ فقط

# اس ہی مصنف کی دیگر تصنیفات

## مطبوعہ

- (۱) شرح دیوان الامیر تمیم الفاطمی (تقریبات سو صفحات)  
(مطبعت دارالکتب المصریہ - باب الخلق - مصر)
- (۲) بحث فی الشیعۃ (طہران میں بزبان فارسی ترجمہ شائع ہو چکا ہے)  
(مکتبۃ النهضة المصریہ - مصر)
- (۳) من روائع قصص الهند  
(ادارۃ المدیقۃ والمترجم - ۲۰ شایع المبدلی سرے عابدین مصر)
- (۴) فلسفۃ اقبال  
(ادارۃ مجلۃ الثقافۃ - شایع - کارداسی سرے عابدین مصر)
- (۵) مقالات ادبیۃ علمیۃ متنوعہ  
(ادارۃ مجلۃ الرسالۃ - شایع المبدلی رقم ۳۴ - عابدین مصر)
- (۶) محاضرات عن مصر  
(اورنٹیل کالج - لاہور - ہند)
- (۷) آج کا مصر (اُردو میں) (اُردو اکیڈمی - نواری دروازہ - لاہور)



- (۸) مبادی اللغة العربية - الجزء الاول والثاني.  
(فیروز پرنٹنگ پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور)
- (۹) مکالمۃ الأعظمیۃ یا اردو عربی ترجمہ حصہ اول و دوم.  
(دین محمدی پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور۔ الہند)
- (۱۰) مدرّس العربیۃ (حصہ اول)  
(ملک دین محمد اینڈ سنز بل روڈ۔ لاہور۔ الہند)
- (۱۱) القراءۃ الأعظمیۃ - الجزء الاول والثانی (عربی ریڈر)  
(دین محمدی پریس، سرکلر روڈ۔ لاہور۔ الہند)
- (۱۲) القراءۃ الأعظمیۃ - الجزء الثاني (عربی ریڈر)  
(اعظم اسٹیم پریس، منگلپورہ، حیدر آباد دکن۔ الہند)

### مزید طبع

- (۱۳) الْمُعْجَمُ الْأَعْظَمُ - یعنی عربی اردو لغات (پچاس حصے)
- (۱۴) الرسائل الأعظمیۃ - (طبع ہو چکی ہے بتوسط مرکز اشاعتات اخوت حیدر آباد دکن)
- (۱۵) جامع القواعد العربیۃ - الجزء الاول والثانی والثالث والرابع
- (۱۶) فقی الہند - الجزء الاول (تقریباً چھ سو صفحات)
- (۱۷) ثمانمائة محاضرة لداعی دعاة الفاضلین

- (۱۹) اُردو عربی لغات (چار حصے)  
 (۲۰) القراءۃ القرآنیۃ (عربی - اُردو اور انگریزی میں)  
 (۲۱) القراءۃ النبویۃ (عربی - اُردو اور انگریزی میں)

### زیر تصنیف

- (۲۲) تاریخ الفاطمیین  
 (۲۳) عقائد الفاطمیین وفلسفتم  
 (۲۴) رجال الہند  
 (۲۵) المغول فی الہند  
 (۲۶) منتخبات فلسفۃ اقبال  
 (۲۷) من أحسن ما یروى  
 (۲۸) أدب العرب قد یمّا وحديثنا  
 (۲۹) النخبۃ الأعظمیۃ  
 (۳۰) تطوّر الخط قد یمّا وحديثنا  
 (۳۱) فتی الہند الجزء الثانی  
 (۳۲) سیرۃ داعی دعاۃ الفاطمیین  
 (۳۳) شرعی پردہ (اُردو میں)  
 (۳۴) آزاد مصر (اُردو میں)